﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿۔۔۔اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74) ﴿۔۔۔عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد 25 | جمعۃ المبارک 07 ستمبر 2018ء | 26 ذوالحجہ 1439 ہجری قمری ✿ 07 تبوک 1397 ہجری شمسی | شمارہ 36

اللہ رءُوف و رحیم ہے

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے بعد 16 ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ اس پر صحابہ کو خیال آیا کہ پہلی نمازیں ضائع تو نہیں ہوگئیں تو سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 144 نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ لوگوں پر بہت رءوف اور رحیم ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر 144)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

تُو عیسیٰؑ کے ذکر کو چھوڑ اور خیر الرسل و خاتم الانبیاء ﷺ کے ظِلّ پر ایمان لا۔ اللہ کے نزدیک اہم امور میں سے ایک یہ تھا کہ وہ زمانوں میں سے آخری کو زمانۂ بعث یعنی زندگی بخشنے کے سلسلہ کی تجدید کا زمانہ بنائے گا۔ یہ یقیناً سچ ہے۔ پس تُو جاہلوں کی طرح نہ جھگڑ۔

اس دنیا میں نہ آدم واپس آئے گا نہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اور نہ وفات یافتہ عیسیٰؑ جس پر تہمت لگائی گئی تھی۔ اللہ اس سے پاک اور بالا ہے جو وہ افترا کرتے ہیں۔

’’پس تُو عیسیٰؑ کے ذکر کو چھوڑ اور خیر الرسل و خاتم الانبیاء ﷺ کے ظِلّ پر ایمان لا۔ اللہ کے نزدیک اہم امور میں سے ایک یہ تھا کہ وہ زمانوں میں سے آخری کو زمانۂ بعث یعنی زندگی بخشنے کے سلسلہ کی تجدید کا زمانہ بنائے گا۔ یہ یقیناً سچ ہے۔ پس تُو جاہلوں کی طرح نہ جھگڑ۔ اور اسی طرح اللہ کے بڑے بڑے مقاصد میں سے یہ بھی تھا کہ وہ شیطان کو کلیۃً ہلاک کر دے گا اور آدم کو دوبارہ غلبہ عطا کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف اور قسما قسم کی برکتوں اور نعمتوں سے بھر دے گا۔ تمام حقائق سے پردہ ہٹا دے گا۔ اپنے امر اور مامور کو تمام اکنافِ عالم میں شہرت دے گا۔ زمین میں اپنا جلال اور جمال ظاہر کرے گا اور اس بارہ میں کسی پہلو سے کوئی کمی نہ کرے گا۔ پس اُس نے اِس غرض کے لئے اور شریعتِ غرّاء کی تجدید کے لئے اپنی جناب سے ایک بندہ کھڑا کیا اور آباء کی طرف سے اسے ابناءِ فارس میں سے اور ننھیال کی طرف سے بنی فاطمہ میں سے بنایا تا کہ اس میں جلال و جمال جمع کر دے اور اس میں ایک حصہ بہترین مردانہ خصال کا اور ایک حصہ عمدہ ترین نسوانی شمائل کا رکھ دے کیونکہ ابناءِ فارس میں وہ بہادر ہوں گے جو ایمان کو آسمان سے واپس لے آئیں گے۔ اسی لئے اللہ نے میرا نام آدم اور مسیح رکھا جس نے مریم والی تخلیق کا نمونہ دکھایا۔ نیز میرا نام احمد رکھا جو شرف میں برتری رکھتا ہے تا کہ ظاہر کرے کہ اس نے موہبت اور عطا کے طور پر میرے وجود میں نبیوں کی ہر شان اکٹھی کر دی ہے۔ پس یہ ہے وہ حق جس کے بارہ میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ اس دنیا میں نہ آدم واپس آئے گا نہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اور نہ وفات یافتہ عیسیٰؑ جس پر تہمت لگائی گئی تھی۔ اللہ اس سے پاک اور بالا ہے جو وہ افترا کرتے ہیں۔ کیا یہ زمانہ آخری زمانہ نہیں ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم سوچتے نہیں۔ کیا ہمارے نبی ﷺ کے ظہور کے ذریعہ ساعت قریب نہیں آ گئی اور اس کی علامات ظاہر نہیں ہو گئیں۔ پس تم کہاں بھاگو گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خبروں کو ان کے اوقات کے مقام سے پرے دھکیلتے ہو اور جانتے بوجھتے ہوئے انہیں مؤخر کرتے ہو۔ کیا تم حدیث بُعِثۡتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ کَهَاتَیۡنِ (یعنی میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہیں) بھول گئے ہو؟ تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم کیوں انکار کرتے ہو؟ پس تم شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو چھو کر دیکھو اور اللہ کے وعدہ کو یاد کرو اور نصیحت صرف وہ لوگ پکڑتے ہیں جو جھکتے ہیں۔ میں اس چھٹے ہزار میں ہی آیا ہوں جو کہ آدم کی پیدائش کا دن ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ضرور ہدایت ہے۔ کیا تم سورۂ عصر نہیں پڑھتے کہ اس کے اعداد میں دین کی سمجھ رکھنے والوں کے لئے آدم سے لے کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک دنیا کی عمر بیان کی گئی ہے اور یہ وہ عمر ہے جس کو اہل کتاب بھی جانتے ہیں۔ اگر تم نہیں جانتے تو تم ان سے پوچھ لو اور سورۃ عصر کی بیان کردہ گنتی اور اہل کتاب کی گنتی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے جو سورج کے دنوں کے حساب اور چاند کے دنوں کے حساب میں ہوتا ہے۔ اگر تمہیں کچھ شک ہو تو تم گنتی کر کے دیکھ لو اور جب یہ بات متحقق ہو گئی تو تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اس حساب سے میں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا کیا گیا ہوں اور یہ حضرت آدم کی پیدائش کا دن ہے اور ہمارے رب کا ایک دن تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کے بارے میں اگر تمہیں کوئی شک ہو کہ آدم علیہ السلام کے سلسلہ کے وقت سے لے کر ہمارے آج کے دن تک صرف ایک ہزار سال یا اس کے ساتھ چند اور سال عمرِ دنیا میں سے باقی رہ گئے ہیں۔ تو آؤ ہم تمہیں یہ بات خدا کی کتاب (قرآن مجید) اور حدیث اور پہلے انبیاء کے صحیفوں سے ثابت کر دیتے ہیں جیسا کہ وہّاب خدا نے مجھ پر انکشاف فرمایا ہے کہ سورۂ عصر کے اعداد بحساب جمل نیز اہل کتاب کے ہاں جو روایت تواتر کے ساتھ چلتی آ رہی ہے وہ اس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ اوّل النبیین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء کے زمانہ تک سوائے چند سو سال کے، پانچ ہزار سال گزر چکے تھے۔ [حاشیہ۔ وہ اقوال جو اس گنتی کے برخلاف ہیں اور متقدمین نے ان کا ذکر کیا ہے وہ محض ایسی باتیں ہیں جن میں سے بعض بعض کو جھٹلاتی ہیں۔ وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں بلکہ وہ ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اس لئے جب کہ قرآن اور پہلے انبیاء اس گنتی پر متفق ہیں تو پھر وہ اقوال اس لائق نہیں کہ انہیں لازماً اختیار کیا جائے۔] اور اسی قسم کا مفہوم سات درجوں والے منبر والی حدیث کا ہے جس کے معنے ہم نے اس کے مقام پر ناظرین کے لئے بیان کئے ہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 235 تا 239۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک سے مسجد بیت المقیت والسال (مڈلینڈ۔ یُوکے) کا افتتاح

یاد رکھیں کہ مسجد کی تعمیر کا اصل مقصد صرف اس وقت پورا ہوسکتا ہے جب اسے مخلص عبادت گزاروں سے بھرنے کی کوشش کی جائے۔ اس لحاظ سے مقامی افراد پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادت کے معیار کو مسلسل بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح آپس میں ایک دوسرے سے تعلقات میں اور غیر احمدیوں اور غیر مسلموں سے تعلقات میں محبت اور شفقت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔ اسی صورت میں آپ مسجد کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے۔

(مسجد بیت المقیت میں حضور انور ایدہ اللہ کا احباب جماعت سے خطاب)............

مسجد بیت المقیت کے افتتاح کی مناسبت سے استقبالیہ تقریب کا انعقاد۔

تقریب میں ممبران پارلیمنٹ اور مختلف مذاہب اور سوسائٹی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کی شمولیت۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا اس موقع پر بصیرت افروز خطاب۔ مساجد کی تعمیر کی غرض وغایت اور اسلام کی پُرامن تعلیم کا تذکرہ۔

احمدیہ مسلم جماعت کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی ہم مساجد بناتے ہیں تو مقامی افراد خود یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جہاں احمدی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں وہیں وہ اپنی ہمسایہ کمیونٹیز میں اور عام طور پر سوسائٹی میں امن کی تشہیر اور ان کی خدمت کے لئے بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ مسجد سارے علاقہ کے لئے روشنی کی ایک قندیل ہو اور باہمی اتفاق واتحاد اور امن کا ایک نشان ہو۔

رپورٹ: ابولبیب

12 مئی 2018ء کا دن جماعت احمدیہ یُوکے اور بالخصوص جماعت احمدیہ والسال (Walsall) کے لئے بہت ہی مبارک دن تھا کہ اس روز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے والسال کی مسجد بیت المقیت کے افتتاح کے لئے لندن سے والسال کا سفر اختیار فرمایا اور قریباً سوا چھ بجے شام والسال پہنچے۔ حضور انور کی آمد پر تمام افراد جماعت والسال بہت خوش تھے۔ بچوں اور بچیوں نے استقبالیہ گیتوں سے پیارے آقا کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یُوکے اور ان کی نیشنل عاملہ کے بعض ممبران کے علاوہ والسال اور قریبی جماعتوں کے صدران، ریجنل صدر اور دیگر عہدیداران نے حضور انور کا استقبال کیا۔ بعد ازاں حضور انور مسجد کی عمارت کے اندر تشریف لے گئے اور افتتاح کے موقع کے لئے یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور پھر دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور انور نے عمارت کے مختلف حصوں کا معائنہ فرمایا۔ قریباً چھ بجکر پینتالیس منٹ پر حضور انور مسجد کے مردانہ ہال میں تشریف لائے اور نماز عصر باجماعت پڑھائی۔

نماز کے بعد احباب جماعت کے لئے ایک مختصر افتتاحی تقریب ہوئی جس میں تلاوت قرآن کریم اور انگریزی ترجمہ کے بعد مکرم امیر صاحب یُوکے نے والسال جماعت کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آج سے قریباً پچاس سال قبل چند احمدی خاندان یہاں آکر آباد ہوئے۔ پہلے یہ جماعت برمنگھم کی جماعت کا حصہ تھی۔ پھر 1988ء میں والسال کی باقاعدہ الگ جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ اُس وقت جماعت کی تجنید 75 تھی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جماعت کے افراد کی تعداد 269 ہے۔

مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ریجن میں پانچ مساجد کے قیام کے لئے تحریک فرمائی تھی اور حضور رحمہ اللہ کی وفات سے قبل مساجد کے لئے پانچ جگہیں خریدی جا چکی تھیں۔

مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ والسال میں مسجد کے لئے موجودہ جگہ 2009ء میں دولاکھ پچاس ہزار پاؤنڈز کی مالیت سے خریدی گئی۔ اس وقت اس جگہ ایک ویئر ہاؤس تھا جس کی حالت بہت خستہ تھی۔ جماعت نے اس جگہ مسجد کی تعمیر کے لئے کونسل میں اجازت کے لئے درخواست کی۔ لیکن مقامی غیر احمدی مسلمانوں نے اس پر شدید احتجاج کیا اور 'No to Mosque' کی مہم چلائی۔ ان کے دباؤ میں آکر کونسل نے جماعت کی درخواست ردّ کردی۔ حضور انور کی ہدایت پر اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور دعاؤں کے طفیل فضل فرمایا اور 2010ء میں جماعت کو پلاننگ کی اجازت مل گئی۔ مارچ 2012ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت والسال تشریف لاکر اس جگہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس مسجد کے لئے ''بیت المقیت'' کا نام عطا فرمایا۔

مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ یہ مسجد شہر کے وسط میں نمایاں جگہ پر واقع ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے لئے مقامی جماعت نے غیر معمولی مالی قربانیاں پیش کیں۔ اس مسجد میں ساڑھے پانچ سو افراد نماز ادا کرسکتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ تین بیڈ رومز پر مشتمل ایک مربی ہاؤس بھی ہے۔ اس کے علاوہ کئی دفاتر، لائبریری اور کثیر المقاصد ہال بھی ہے۔

مکرم امیر صاحب کی اس مختصر تعارفی تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں موجود افراد جماعت سے انگریزی زبان میں مختصر خطاب فرمایا۔

حضور انور نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئی مسجد عطا کی ہے جو اَب مکمل ہوچکی ہے اور آج اس کا افتتاح ہو رہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یاد رکھیں کہ مسجد کی تعمیر کا اصل مقصد صرف اس وقت پورا ہوسکتا ہے جب اسے مخلص، عبادتگزاروں سے بھرنے کی سنجیدگی سے کوشش کی جائے۔ اس لحاظ سے مقامی افراد جماعت پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادت کے معیار کو مسلسل بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔

دوسرے یہ کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعلقات میں اور غیر احمدیوں اور غیر مسلموں سے تعلقات میں آپ محبت اور شفقت کا مظاہرہ کریں اور دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ صرف اس صورت میں آپ اس مسجد کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ آپ تمام خود غرضانہ خواہشات سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ہر ایک اجنبی جو آپ کو دیکھتا ہے وہ آپ کی باتوں اور آپ کے اخلاق اور عادات پر نظر رکھے گا اور آپ کی ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے معیاروں کو دیکھے گا۔ اگر آپ اعلیٰ معیار پر نہیں ہوں گے تو ایسا شخص آپ کی کمزوریوں کو دیکھ کر ٹھوکر کھائے گا۔ اس لئے ہر احمدی کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کا عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں اور وہ اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا تو وہ دوسروں کو بدل کرنے اور منفی طور پر اپنے عقیدہ سے

مسجد بیت المقیت والسال

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

اسلام آباد (پاکستان) کی ہائی کورٹ کا فیصلہ (ایک تجزیہ)

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد)

قسط نمبر 5

کیا 1971ء میں احمدیوں کی وجہ سے ملک ٹوٹا تھا؟ الزامات اور حقائق

اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب نے جماعتِ احمدیہ کے بارے میں جو تفصیلی فیصلہ تحریر کیا ہے، اس میں جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کا ایک طویل تجزیہ پیش کیا ہے اور اس سے کچھ نتائج نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ہم گزشتہ اقساط میں اس فیصلہ میں 1953ء تک کے حالات کا جو تجزیہ پیش کیا تھا، اس پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد ہم 1960ء کی دہائی کی طرف آتے ہیں۔

جس طرح 1953ء کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ذات کو نشانہ بنایا ہے، اسی طرح 1960ء کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) کی ذات کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اور اسی طرز پر بنایا ہے جس طرح حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ذات کو بنایا گیا تھا۔ اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جب پاکستان میں احمدی اعلیٰ عہدوں پر پہنچ جاتے تھے تو وہ پاکستان کے مفادات کے لئے کام کرنے کی بجائے بڑی طاقتوں کے آلہ کار بنے رہتے تھے اور ان کے مفادات کے لئے کام کرتے اور اس کے عوض بڑی طاقتیں مدد کرتی تھیں اور اس مدد پر پاکستان کا انحصار بڑھ جاتا تھا۔ گویا مالی اعداد و شمار کی مدد سے یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ خدانخواستہ احمدی اپنے وطن کے وفادار نہیں بلکہ بڑی طاقتوں کے آلہ کار ہوتے ہیں اور ماضی میں بھی اکثر اس طرز پر احمدیوں کے خلاف تعصب کو بھڑکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک مذہبی بحث میں کبھی سیاسی اور کبھی مالی امور کا ذکر عجیب تو لگتا ہے بہر حال جن موضوعات پر اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے حقائق سامنے رکھنا ضروری ہے۔

1952ء اور 1971ء کے دوران امریکی مدد میں نشیب و فراز کیوں آئے؟

اس فیصلہ کے صفحہ 49 پر لکھا ہے:

"In view of a tilt towards the US in foreign policy, the economic assistance from America which was less than$10 million in 1952 rose to$380 million in 1963. Pakistan responded with acts of friendship. Mirza Muzaffar Ahmad (M.M Ahmad), the grandson of **Mirza Ghulam Ahmad, a** notorious bureaucrat became Finance Secretary and afterwards the Deputy Chairman of the Planning Commission of Pakistan."

ترجمہ: خارجہ پالیسی میں امریکہ کی طرف جھکاؤ کے پس منظر میں امریکہ کی طرف سے اقتصادی مدد جو کہ 1952ء میں 10 ملین ڈالر تھی 1963ء میں بڑھ کر 380 ملین ڈالر ہوگئی۔ اور پاکستان اس کا جواب دوستی کے اقدامات سے دینے لگا۔ مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) کو، جو کہ مرزا غلام احمد کا پوتا اور بہت بدنام سرکاری ملازم تھا پہلے سیکرٹری خزانہ اور پھر پاکستان کے پلاننگ کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین لگا دیا گیا۔

اس طویل فیصلہ میں اپنے ہی کئی حصوں کی تردید کا مواد موجود ہے۔ جیسا کہ گزشتہ قسط میں حوالے درج کئے گئے تھے کہ 1953ء میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ حکومت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ہٹاتے ہوئے اس لئے جھجک رہی تھی کیونکہ اگر انہیں ہٹایا جاتا تو امریکہ مدد بند کر دیتا۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے 1954ء میں وزارتِ خارجہ سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اور اوپر کے حوالے میں اعتراف کیا گیا ہے اور ہم نے گزشتہ قسط میں اعداد و شمار بھی پیش کئے تھے کہ اس کے بعد بھی 1963ء تک امریکہ کی مدد میں کئی گنا کا اضافہ ہوتا رہا۔ اور بعد کے جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تأثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ اس لئے ہو رہا تھا کہ مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو سیکرٹری خزانہ لگا دیا گیا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایم ایم احمد مارچ 1963ء میں سیکرٹری خزانہ بنے اور مئی 1966ء تک اس عہدے پر مقرر رہے۔ خود اس عدالتی فیصلہ میں درج اعداد و شمار کے مطابق امریکی مدد میں بہت تیزی سے اضافہ آپ کے سیکرٹری خزانہ بننے سے قبل ہوا۔

جیسا کہ گزشتہ قسط میں عرض کیا گیا تھا کہ **جب تک چوہدری ظفر اللہ خان صاحب وزیرِ خارجہ تھے امریکہ کی طرف سے پاکستان کو کوئی ملٹری ایڈ نہیں ملی تھی اور آپ کے استعفیٰ کے بعد اس مدد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ لیکن اس کی وجہ کیا تھی؟** اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سالوں میں مسلسل امریکہ کی حکومت کا موقف یہ تھا کہ پاکستان سے عسکری تعاون کیا جائے گا لیکن پاکستان کی افواج کمیونزم کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے اور مشرق وسطیٰ میں امریکہ کے اتحادیوں کی حفاظت کے لئے امریکہ کی مدد کریں گی۔ لیکن کشمیر کے معاملہ میں اور بھارت کے ساتھ تنازعہ میں امریکہ پاکستان کی مدد نہیں کرے گا اور غیر جانبدار رہے گا۔ بحیثیت وزیرِ خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے آخری مذاکرات منیلا کانفرنس کے موقع پر تھے۔ جبکہ سیٹو (SEATO) کے قیام کے لئے مذاکرات ہو رہے تھے اور امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا اور دوسرے کئی ممالک کے وزراءِ خارجہ بھی اس کانفرنس میں شریک تھے۔ اس موقع پر بھی امریکہ نے بھی اس یادداشت کے ساتھ دستخط کئے تھے کہ امریکہ صرف کمیونزم کی جارحیت کو روکنے کے لئے عسکری طور پر اس معاہدہ میں شامل ہوگا۔ دوسری طرف چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا موقف یہ تھا پاکستان کو فائدہ تبھی ہے کہ جب بھی پاکستان کو جارحیت کا سامنا ہو اس وقت امریکہ اور اس کے اتحادی پاکستان کی عسکری مدد کریں۔ مثلاً اگر کشمیر پر جنگ ہو جائے تو اس معاہدے کی رُو سے ان طاقتوں کو پابند ہونا چاہیے کہ وہ پاکستان کی مدد کریں۔ ورنہ پاکستان صرف یکطرفہ طور پر اپنی افواج کی مدد پیش کرنے کا پابند ہوگا۔ اور اس کانفرنس کے موقع پر خاص طور پر امریکہ کے وزیرِ خارجہ Dulles اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا واضح اختلاف سامنے آیا تھا۔ جب معاہدے پر دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اس کو منظور کرنے کے لئے دستخط نہیں کئے بلکہ اس عبارت پر دستخط کئے تھے کہ یہ معاہدہ حکومتِ پاکستان کو بھجوایا جائے گا وہ پاکستان کے آئین کے مطابق اس معاہدے کے بارے میں فیصلہ کرے گی۔ اس کے معاً بعد چوہدری ظفر اللہ خان صاحب وزارتِ خارجہ سے رخصت ہو گئے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے استعفیٰ کے فوراً بعد پاکستان کے وزیرِ اعظم محمد علی بوگرہ نے امریکہ کا دورہ کیا۔ تقریباً تین ماہ کے بعد ہی محققین کے مطابق جن کے حوالے درج کئے جا رہے ہیں، پاکستان نے امریکہ کے دباؤ کے باعث امریکہ کی سابقہ شرائط پر ہی اس معاہدہ کو منظور کر لیا۔ اور اس کے بعد پہلی مرتبہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کو ملٹری مدد ملنی شروع ہوئی۔ اب جبکہ ان واقعات کو کئی دہائیاں گزر چکی ہیں، یہ واضح ہو چکا ہے کہ پاکستان کے مفاد میں یہی تھا کہ وہ انہی شرائط پر معاہدے میں شامل ہوتا جن کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پیش کر رہے تھے۔

(SEATOTheFailureofanAllianceStrategy, byLeszekBuszynski,publishedby SingaporeUniversityPress1983p33–39)
(CrossedSwords,byShujaNawaz, publishedbyOxfordUniversityPressp99)

سیاست کے میدان میں ہمیشہ مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ ہر کوئی آزاد ہے جس رائے کو چاہے پسند کرے اور اس کی حمایت کرے۔ اس تحریر کا مقصد کوئی سیاسی بحث کرنا نہیں ہے۔ لیکن **ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں یہ دعویٰ کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب امریکہ کے لئے کام کر رہے تھے اور اس کے عوض امریکہ کچھ مدد کر دیتا تھا ایک بچگانہ مفروضے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حقائق اس مفروضے کی مکمل تردید کر رہے ہیں۔**

ایم ایم احمد کے سیکرٹری خزانہ بننے کے بعد امریکی مدد پر کیا اثر پڑا؟

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس فیصلہ میں یہ تأثر پیش کیا گیا ہے کہ ایم ایم احمد کو پاکستان کا سیکرٹری خزانہ بنایا گیا تو امریکہ کی امداد تیزی سے بڑھنی شروع ہوئی اور پاکستان کا اس امداد پر انحصار بڑھ گیا۔ اور پاکستان کو اس کے عوض امریکہ کے لئے دوستی کے اقدامات اُٹھانے پڑے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس فیصلہ میں کہا گیا ہے کہ 1952ء سے لے کر 1963ء تک امریکہ کی مدد کئی گنا ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کا ایم ایم احمد سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ایم ایم احمد تو 6 مارچ 1963ء کو سیکرٹری خزانہ بنے تھے اور 30 مئی 1966ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 1962ء میں امریکی مدد سب سے زیادہ تھی اور اس کے بعد یہ مدد کم ہوتی رہی۔ 1963ء میں امریکہ کی اقتصادی مدد 2066 ملین ڈالر تھی اور 1966ء میں یہ مدد کم ہو کر 816 ملین ڈالر رہ گئی۔ اور 1963ء میں امریکہ کی ملٹری مدد 299 ملین ڈالر تھی جو کہ 1966ء میں کم ہو کر صرف 8 ملین ڈالر رہ گئی۔ گویا **اُن سالوں میں جن میں ایم ایم احمد سیکرٹری خزانہ تھے امریکہ کی مدد پر انحصار کئی گنا کم ہو گیا تھا۔** اگر حقائق کا جائزہ لیا جائے تو جماعتِ احمدیہ کے مخالفین بغیر کسی ثبوت کے جو الزامات اور مفروضے پیش کرتے ہیں، حقائق اس سے بالکل اُلٹ منظر پیش کر رہے ہیں۔ حوالہ درج کیا جاتا ہے تا کہ ہر شخص ان اعداد و شمار کا خود تجزیہ کر سکے۔

(Note: All figures are in US($millions). Figures are adjusted for inflation and presented in 2009 constant dollars Source: Wren Elhai, Center for Global Development, 2011 https://www.theguardian.com/global-development/poverty-matters/2011/jul/11/us-aid-to-pakistan. Accessed on 18.8.2018)

اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے فیصلے ساری حکومت کرتی ہے اور تنہا وزیرِ خارجہ یا سیکرٹری خزانہ کو ان کا ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اگر ان کا الزام قبول کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ باقی ساری حکومت یا تو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی یا کام کرنے کی بجائے خوابِ غفلت کا شکار تھی جو انہیں معلوم ہی نہیں ہوا کہ ان کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا ہے۔

کیا ایم ایم احمد اور ان کے بنائے ہوئے پانچ سالہ منصوبوں کی وجہ سے مشرقی پاکستان علیحدہ ہوا؟

اس کے بعد جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب یہ الزام لگاتے ہیں:

"He was deemed to be responsible for creating regional imbalances in Pakistan economy in collaboration with the Zionist backed economic groups like Ford Foundation and Harvard Advisory Group. These Groups transmitted a stream of economists to the Planning Commission and Provincial Planning Departments to prepare Five Year Plans of Pakistan. The defective planning resulted in East-West disparity and consequently loss of Eastern Wing of the country.[The Ahmadiya Movement by Bashir Ahmed M.A.([page 49)

ترجمہ: ان کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فورڈ فاؤنڈیشن اور ہارورڈ مشاورتی گروپ جیسے صیہونی گروہوں کے تعاون سے پاکستان کے مختلف علاقوں میں اقتصادی عدم توازن پیدا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ ان گروہوں نے اقتصادی مشیروں کا ایک سلسلہ پلاننگ کمیشن میں اور صوبائی منصوبہ بندی کے شعبوں میں بھجوایا۔ اور جو ناقص منصوبہ بندی کی گئی اس کے نتیجہ میں مشرقی اور مغربی

پاکستان کے درمیان اقتصادی عدم توازن بڑھا اور آخر میں ملک کا مشرقی حصہ علیحدہ ہو گیا۔

فیصلہ کے اس حصہ میں افسانوی انداز میں یہ سنسنی پیدا کی گئی ہے کہ ایک نمایاں احمدی کی سازش اور وہ بھی صیہونی گروہوں کے ساتھ کی گئی سازش کی وجہ سے ملک میں اس طرح کی ناقص اقتصادی منصوبہ بندی کی گئی کہ ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور دلیل کیا ہے؟ صرف جماعتِ احمدیہ کے اشد ترین مخالف کی کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہے جو کہ لکھی ہی جماعتِ احمدیہ کی مخالفت کے لئے گئی تھی۔ اور اس کتاب میں کیا دلیل پیش گئی؟ اس کتاب میں اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی۔

بہر حال ہم اس الزام کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ خواہ وہ سیکرٹری خزانہ ہو یا منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئر مین ہو وہ اکیلا اتنے بڑے اقدامات اُٹھا ہی نہیں سکتا کہ اپنی مرضی کا پانچ سالہ منصوبہ بنا دے یا ملک کے تمام اقتصادی اور دیگر معاملات کو بیرونی عناصر کے ساتھ سازش کر کے اتنا بگاڑ دے کہ ملک تقسیم ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ اتنی بڑی اور کھلم کھلا سازش ہو گئی اور پارلیمنٹ کو علم نہیں ہوا، کابینہ کو علم نہیں ہوا، اور باقی سرکاری مشینری کو بھی علم نہیں ہوا اور ملک ٹوٹ بھی گیا۔ سربراہِ حکومت تو اس کمیشن کا صدر ہوتا تھا لیکن اس کمیشن کو چلانے والا عملاً اس کمیشن کا ڈپٹی چیئر مین ہوتا تھا۔ سربراہِ حکومت کے بعد اگر کوئی شخص پانچ سالہ منصوبے پر اثر انداز ہو سکتا تھا تو وہ اس کمیشن کا ڈپٹی چیئر مین ہو سکتا تھا۔ اور چند سال کے لئے ایم ایم احمد بھی اس کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین رہے تھے۔

الزام یہ ہے کہ انہوں نے دانستہ طور پر ایسے پانچ سالہ منصوبے بنائے کہ آخر میں ملک ٹوٹ گیا۔ **جب ہم ملک ٹوٹنے کے سانحہ سے قبل کے بننے والے پانچ سالہ منصوبوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی منصوبہ ایم ایم احمد کی نگرانی میں نہیں بنا تھا۔** ان میں سے کسی منصوبے کے بنتے وقت آپ پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین نہیں تھے۔ پہلے پانچ سالہ منصوبے کو تیار کرنے والے زاہد حسین صاحب تھے جو کہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے پہلے گورنر تھے۔ اسی طرح دوسرے پانچ سالہ منصوبہ کو بنانے میں آپ کا کوئی کردار نہیں تھا۔ اسی طرح تیسرا پانچ سالہ منصوبہ سعید حسن صاحب ڈپٹی چیئر مین پلاننگ کمیشن کی نگرانی میں بنا تھا۔ اور اس کے مسودہ سے پہلے صدر ایوب اور سعید حسن صاحب کے لکھے ہوئے طویل دیباچے موجود ہیں، ان میں ایم ایم احمد کا نام تک نہیں ہے۔ ہم یہ سمجھ نہیں پا رہے ہے کہ اگر اتنا بڑا سانحہ صرف پانچ سالہ منصوبوں کی وجہ سے ہوا تھا تو پھر اُس وقت کے سربراہانِ حکومت، زاہد حسین صاحب اور سعید حسن صاحب کو موردِ الزام کیوں نہیں ٹھہرایا جا رہا؟ ایم ایم احمد کو الزام کیوں دیا جا رہا ہے؟ اوپر درج کی گئی معلومات اس الزام کو غلط ثابت کر دیتی ہیں۔

(تیسرا پنج سالہ منصوبہ 1965–1970، از پلاننگ کمیشن حکومتِ پاکستان۔ پیش لفظ و دیباچہ)

ایم ایم احمد کے بارے میں بنگلہ دیش کے پہلے وزیرِ قانون کی گواہی

کسی سیاسی بحث سے احتراز کرتے ہوئے یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ اُس وقت پاکستان کے دولخت ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہوا تھا کہ انتخابات میں جیت کے بعد منتخب نمائندوں کو یعنی مشرقی پاکستان میں بھاری اکثریت حاصل کرنے والی عوامی لیگ کو اقتدار منتقل نہیں ہو سکا تھا۔ اور مرکزی نکتہ یہ تھا کہ عوامی لیگ کے چھ نکات پر مغربی پاکستان کے نمائندوں، عوامی لیگ اور اُس وقت کی حکومت کے درمیان مذاکرات کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ اور مشرقی پاکستان کے نمائندوں کو یہ شکوہ تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ الیکشن میں اکثریت حاصل کر چکے تھے ان کے ساتھ مذاکرات میں مفاہمت کا روّیہ نہیں دکھایا گیا اور آخر میں جب ملٹری آپریشن شروع ہوا تو مفاہمت کے راستے بند ہو گئے۔ بدقسمتی سے یہ دُوریاں اتنی بڑھیں کہ آخر میں ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ بنگلہ دیش کے پہلے وزیرِ قانون اور بنگلہ دیش کا آئین مرتب کرنے والے کمیشن کے چیئر مین کمال حسین صاحب نے ان حالات پر ایک کتاب تحریر فرمائی ہے۔ وہ خود ان مذاکرات میں شامل تھے۔ انہوں نے ان مذاکرات کا تجزیہ پیش فرمایا ہے۔ اور یہ مذاکرات تقریباً تین ماہ وقفے وقفے سے چلے تھے۔ اور کچھ مالی نکات ایسے تھے جس وجہ سے مفاہمت ہونے کے راستے بند نظر آ رہے تھے۔ ان مذاکرات میں صرف ایک روز یعنی 23 مارچ 1971ء کے لئے ایم ایم احمد مالی معاملات کے بارے میں عوامی لیگ کے نمائندوں سے مذاکرات کرنے کے لئے شامل ہوئے تھے اور خود کمال حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس روز مذاکرات میں پیش رفت ہو رہی تھی اور ایم ایم احمد لچک اور مفاہمت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں

"Indeed M.M.Ahmed started by saying that he thought that the Six Points scheme could be given effect to with some minor practical adaptations."

ترجمہ: حیران کن طور پر ایم ایم احمد نے بات کا آغاز ہی یہ کہہ کر کیا کہ اُن کے نزدیک چھ نکات کی سکیم کو چند معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اپنایا جا سکتا ہے۔

اس سے قبل جب بھٹو صاحب اور عوامی لیگ کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات اس بات پر رُک گئے تھے کہ بھٹو صاحب نے کہا تھا کہ وہ غیر ملکی تجارت اور غیر ملکی امداد کے بارے میں اپنے موقف سے نہیں ہٹ سکتے۔ لیکن جب ایم ایم احمد کے ساتھ مذاکرات ہو رہے تھے تو کمال حسین صاحب لکھتے ہیں:

"M.M. Ahmad even showed some flexibility in respect of foreign trade and aid."

ترجمہ: یہاں تک کہ ایم ایم احمد نے غیر ملکی تجارت اور امداد کے معاملے میں بھی کچھ لچک دکھائی۔

کمال حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایم ایم احمد نے اپنی تجاویز کچھ کاغذوں پر لکھ کر دیں۔ ہم ایم ایم احمد کی تجاویز لے کر عوامی لیگ کے ماہرین اقتصادیات کے ساتھ میٹنگ کے لئے گئے اور ہم نے ان تجاویز کے مطابق مسودہ تیار کر لیا جس پر مفاہمت مکمل ہو جاتی۔ لیکن وہ لکھتے ہیں کہ اس سے قبل ہی یحییٰ خان صاحب اور ان کے چند ساتھی اس وقت ملٹری آپریشن کا فیصلہ کر چکے تھے اور ڈھاکہ میں اس کی تیاریاں کر رہے تھے اور جب ہم واپس آئے تو یحییٰ خان صاحب ڈھاکہ کے ایوانِ صدر میں موجود نہیں تھے۔ بہر حال ایم ایم احمد کو 24 مارچ کو مغربی پاکستان واپس بھجوا دیا گیا اور 25 مارچ کو ملٹری آپریشن شروع ہو گیا اور ڈاکٹر کمال حسین صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح مفاہمت کا یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

کمال حسین صاحب کی کتاب کے صفحہ 59 سے صفحہ 103 تک ان پیچیدہ مذاکرات کی تفصیلات لکھی ہوئی ہیں۔ ہر کوئی انہیں پڑھ کر اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکتا ہے۔ وہ مرحلہ جب ایم ایم احمد ایک روز کے لئے مذاکرات میں شامل ہوئے، ان ایک دو مواقع میں شامل تھا جب مفاہمت ہوتی نظر آ رہی تھی۔ ورنہ جیسا کہ حمود الرحمن کمیشن کی رپورٹ میں لکھا ہوا ہے کہ عمومی طور پر مذاکرات میں پیش رفت نہیں ہو رہی تھی۔ اگر اسی طرح سب مفاہمت کی سوچ کے ساتھ مذاکرات کر کے پیش رفت کرتے تو اس سانحہ کی نوبت نہ آتی۔ لیکن حمود الرحمن کمیشن کی رپورٹ میں یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ شروع ہی سے صدر یحییٰ خان صاحب کا ارادہ ہی نہیں تھا کہ مذاکرات کامیاب ہوں۔ چنانچہ مذاکرات کے دوران ہی ملٹری آپریشن کا آغاز کر دیا گیا۔

(BangladeshQuestforFreedomandJustice, byKamalHossain,publishedbyOxford UniversityPress2013,p101–102)

(TheReportoftheHamoodurRahman Commission,publishedbyVanguard,p88, 93)

حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کی گواہی

جیسا کہ ہم حوالہ درج کر چکے ہیں، اس فیصلہ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ 1971ء میں ملک ٹوٹنے کا سانحہ بھی ایک احمدی کی وجہ سے ہوا۔ جس حوالے سے یہ الزام لگایا ہے وہ تو واضح طور پر غلط ثابت ہوتا ہے۔ لیکن کوئی معترض یہ الزام لگا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایم ایم احمد پانچ سالہ منصوبوں کو بنانے کے انچارج نہ ہوں لیکن 1960ء کی دہائی میں ملک کے اقتصادی نظام میں آپ کا بہر حال ایک نمایاں مقام تھا۔ اور آپ کی بنائی ہوئی اقتصادی پالیسیاں ایسی تھیں بلکہ ایک سازش کے تحت ایسی بنائی گئی تھیں کہ ملک میں ایسے حالات پیدا ہوئے اور ملک کے دو حصوں میں فرق اتنا بڑھ گیا کہ اس کی وجہ سے ملک تقسیم ہو گیا۔ اوّل تو اس مقدمہ میں یہ موضوع غیر متعلقہ تھا لیکن اگر اس موضوع پر تبصرہ کرنا تھا تو یہ بات کیوں فراموش کر دی گئی کہ اس سانحہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن قائم کیا گیا تھا جس کی صدارت پاکستان کے چیف جسٹس جناب حمود الرحمن صاحب کر رہے تھے اور اب تو اس کی رپورٹ شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس کا حوالہ دینے کی بجائے ایک غلط مفروضے کو بنیاد بنا کر نتیجہ نکالنے کی کوشش کیوں کی گئی؟ اس کمیشن کے صدر جناب حمود الرحمن صاحب کا تعلق بھی بنگال سے تھا۔ اس کمیشن کی رپورٹ کا ایک باب 1960ء کی دہائی کے سیاسی اور اقتصادی حالات کے تجزیہ کے بارے میں ہے۔ اس میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ اس دہائی میں کیا حالات پیدا ہوئے کہ آخر میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔ اس میں سیاسی اور آئینی غلطیوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے اور اقتصادی عدم توازن کے الزام کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ لیکن نتیجہ یہی نکالا ہے کہ اس دہائی میں ہونے والی غلطیاں سیاسی نوعیت کی تھیں۔ اقتصادی نہیں تھیں۔ یہ دور اقتصادی ترقی کا دور تھا۔ اس باب کے آخر میں یہ نتیجہ درج ہے:

"It was a period of comparative stability and considerable development in all fields even in East Pakistan. It was a period in which Pakistan had grown in no small measure in stature and acquired prestige amongst the Nations of the world but unfortunately lacked political maturity,"

(TheReportoftheHamoodurRahman Commission,publishedbyVanguard,p50)

ترجمہ: مشرقی پاکستان میں بھی یہ دور نسبتاً استحکام اور تمام میدانوں میں خاطر خواہ ترقی کا دور تھا۔ اس دور میں پاکستان کی اہمیت میں جو اضافہ ہوا وہ ہرگز کوئی معمولی اضافہ نہیں تھا۔ اور اقوامِ عالم میں پاکستان کو ایک وقار حاصل ہوا۔ مگر بدقسمتی سے سیاسی بالغ نظری کا فقدان تھا۔

اس کی وضاحت میں اس سے آگے صدر ایوب مرحوم کی سیاسی غلطیوں کا ذکر ہے جنہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر مقصد یہ تھا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہونے کا ذمہ دار کون تھا تو صحیح نتیجہ شورش صاحب کی کتابیں، یا اللہ وسایا صاحب کی کتاب یا جماعتِ احمدیہ کے خلاف لکھی گئی وسیم احمد صاحب کی کتاب پڑھ کر نہیں نکالا جا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ذی ہوش اسے درست معیار قرار دے سکتا ہے۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ذمہ دار کون تھا؟

عدالت کے لئے مناسب ہوتا کہ حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کی طرف توجہ کرتی۔ اس رپورٹ کے آخر میں اس سانحہ کے ذمہ دار افراد کا تعین کیا گیا ہے اور خاص طور پر صفحہ 536 تا 538 پر ان افراد کے نام درج کر کے ان پر بغیر تاخیر کے مقدمات چلانے کی سفارش کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک بھی احمدی نہیں تھا۔ البتہ ایک ہی جنرل تھا جس نے اس جنگ میں فرائض ادا کرتے ہوئے اپنی جان قربان کی اور وہ جنرل احمدی تھا۔ یعنی میجر جنرل افتخار جنجوعہ شہید۔ یہ وہ واحد جنرل ہیں جن کے بارے میں حمود الرحمن کمیشن نے 'Bold and Capable commander' کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اَور کسی جرنیل کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے گئے۔ آپ کے سپرد چھمب کا سیکٹر تھا۔ اس سیکٹر کی پاکستان کے لئے یہ اہمیت تھی کہ اگر اس محاذ پر مدِمقابل افواج آگے بڑھتیں تو صرف 35–40 میل کے فاصلہ پر جی ٹی روڈ تھی، اس کو خطرہ ہو سکتا تھا اور یہ خطرہ بہت بڑا خطرہ تھا۔ اور مرالہ بیراج بھی خطرے میں آ سکتا تھا۔ اور یہ بیراج بہت سی دفاعی اہمیت کی حامل نہروں کو سپلائی کرتا تھا۔ 1965ء کی جنگ میں اس محاذ پر ایک اور احمدی جنرل یعنی لیفٹننٹ جنرل اختر حسین ملک صاحب تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے کہ انہیں دورانِ جنگ تبدیل کر کے جنرل یحییٰ خان صاحب کو مقرر کر دیا اور ساری پیش رفت رک گئی۔ 1971ء میں بھارت کی طرف سے اس محاذ پر بھرپور تیاریاں کی گئی تھیں۔ اس جنگ میں پاکستان کی 23 ڈویژن کی قیادت احمدی جنرل میجر جنرل افتخار جنجوعہ کر رہے تھے۔ انہیں یہ ہدف دیا گیا تھا کہ جنگ کے آغاز میں پیش قدمی کر کے دریائے توی کے مغربی کنارے پر قبضہ کر لیں تاکہ مدِمقابل فوج آگے نہ بڑھ سکے۔ پہلے انہوں نے سیکٹر کے شمال میں پیش قدمی کی کوشش کی۔ کچھ پیش قدمی ہوئی بھی لیکن پھر رُک گئی۔ اس مرحلہ پر یعنی 7 دسمبر کو انہوں نے حکمتِ عملی تبدیل کرتے ہوئے سیکٹر کے جنوب سے حملہ کر کے چھمب اور مناور پر قبضہ کر لیا اور پاکستانی فوج دریا کے مغربی کنارے پر قابض ہو گئی اور دریا سے مغرب کی طرف مدِمقابل فوج کی طرف سے

باقی صفحہ نمبر 09 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

بدری صحابہ حضرت عامر بن ربیعہ ؓ، حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ، حضرت سعد بن خولہؓ، حضرت اَبُو الْهَيْثَم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکرِ خیر

آج بھی دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے دعاؤں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اِن لوگوں کی پکڑ کے سامان کرے اور ہمارے لئے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔

مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات۔

اسی طرح مکرمہ سیدہ نسیم اختر صاحبہ اہلیہ محمد یوسف صاحب آف آنبہ نوریہ ضلع شیخوپورہ (پاکستان) کی وفات۔ مرحومین کا ذکرِ خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 17/ اگست 2018ء بمطابق 17/ ظہور 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج بھی میں چند بدری صحابہ کا ذکر کروں گا ان میں سے پہلے ہیں حضرت عامر بن ربیعہ۔ ان کا خاندان حضرت عمر کے والد خطاب کا حلیف تھا جنہوں نے حضرت عامر کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پہلے عامر بن خطاب کے نام سے مشہور تھے لیکن جب قرآن کریم نے ہر ایک کو اپنے اصلی آباء کی طرف انتساب کا حکم دیا تو اس کے بعد عامر بن خطاب کے بجائے اپنے نسبی والد ربیعہ کی نسبت سے عامر بن ربیعہ پکارے جانے لگے۔

یہاں ان لوگوں کے لئے اس بات کی وضاحت ہوگئی ہے جو اپنے رشتہ داروں کے، عزیزوں کے بچے adopt کرتے ہیں اور بڑے ہونے تک ان کو یہی نہیں پتہ ہوتا کہ ان کا اصل والد کون ہے اور شناختی کارڈ وغیرہ سرکاری کاغذات وغیرہ پر بھی اصل والد کے نام کے بجائے اس والد کا نام ہوتا ہے جس نے ان کو adopt کیا ہوتا ہے۔ اور پھر بعد میں اس وجہ سے بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر لوگ خطوط لکھتے ہیں کہ اس طرح کر دیا جائے، اس طرح کر دیا جائے۔ اس لئے ہمیشہ قرآنی حکم کے مطابق عمل کرنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو داروں کی طرف سے ملتے ہیں یا لئے جاتے ہیں، adopt کئے جاتے ہیں اور ان کے والدین کے بارے میں بتایا نہیں جاتا۔ بہرحال اس وضاحت کے بعد آگے ان کے بارے میں بیان کرتا ہوں۔

یہ جو بیان ہوا تھا کہ ان کے حلیف تھے اس حلیفانہ تعلق کے باعث حضرت عمر اور حضرت عامر میں آخر وقت تک دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ یہ بالکل ابتداء میں ایمان لے آئے تھے۔ جب ایمان لائے اس وقت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دارِ اَرقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ (سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 333 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) حضرت عامر اپنی بیوی لیلی بنت ابی حَثْمَہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر اس کے بعد مکہ لوٹ آئے۔ وہاں سے اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ کی اہلیہ کو سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والی عورت کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ بدر اور تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں ہوئی۔ آپ قبیلہ عَنْز سے تھے۔

حضرت عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تم میں سے جنازہ کو دیکھے اور اس کے ساتھ جانا نہ چاہے تو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ وہ جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ حضرت عثمان کی بابت اختلاف کر رہے تھے۔ اس وقت فتنہ کا آغاز ہو گیا تھا اور حضرت عثمان پر طعن کرتے تھے تو کہتے ہیں کہ نماز کے بعد وہ سو گئے تو خواب میں انہوں نے دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ اٹھ اور اللہ سے دعا مانگ کہ تجھے اس فتنہ سے نجات دے جس سے اس نے اپنے نیک بندوں کو نجات دی ہے۔ چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ اٹھے اور انہوں نے نماز پڑھی اور بعد اس کے اسی حوالے سے دعا مانگی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بیمار ہو گئے اور پھر وہ خود گھر سے نہیں نکلے۔ ان کا جنازہ ہی نکلا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 119-118 عامر بن ربیعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتنہ سے بچنے کی یہ صورت بنائی۔

حضرت عامر بن ربیعہ کرتے ہیں کہ میں طواف کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے دیں میں ٹھیک کر دیتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ترجیح دینا ہے اور میں ترجیح دیئے جانے کو پسند نہیں کرتا۔ (شرح زرقانی جلد 6 صفحہ 49 الفضل الثانی فیما اکرمہ اللہ تعالیٰ بہ من الاخلاق الزکیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء) اس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر particular تھے کہ اپنے کام خود کرتے ہیں۔

ایک شخص حضرت عامر بن ربیعہ کا مہمان بنا انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی بات کی۔ وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حضرت عامر کے پاس آیا اور کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی وادی بطور جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ عطا فرما دی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑہ آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لئے ہو۔ حضرت عامر نے کہا کہ مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء:2)۔ (حیاۃ الصحابہ از محمد یوسف الکاندھلوی جلد 2 صفحہ 523 باب انفاق الصحابہ فی سبیل اللہ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون 1999ء) کہ لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آ گیا ہے اور وہ باوجود اس کے غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی یہ حالت تھی ان چمکتے ہوئے ستاروں کی۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ زید بن عمرو نے کہا میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی۔ ملّت ابراہیمی کی اتباع کی۔ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کے ظہور کا انتظار تھا جن کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ میں انہیں پا نہ سکوں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہیں ان کا عہد نصیب ہو جائے تو میرا اسلام پیش کرنا۔ میں تمہیں ان کی ایسی علامات بتاتا ہوں کہ وہ تمہارے لئے مخفی نہیں رہیں گے۔ وہ نہ طویل قامت ہیں، نہ ہی پست قامت۔ ان کے بال نہ کثیر ہوں گے، نہ قلیل۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہر وقت رہے گی۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔ ان کا نام احمد ہوگا۔ یہ شہر مکّہ ان کی جائے ولادت اور بعثت کی جگہ ہو

گی۔ پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے نکال دے گی۔ وہ ان کے پیغام کو ناپسند کرے گی۔ پھر وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھران کا امر غالب آجائے گا۔ ان کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے شہر چھان مارے ہیں۔ میں نے یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں سب سے پوچھا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ دین تمہارے پیچھے ہے۔ انہوں نے مجھے وہی علامات بتائیں جو میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حضرت عامر نے کہا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ئیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کے بارے میں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے وہ اپنا دامن گھسیٹ رہا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد اوّل صفحہ 116 فیما اخبر بہ الاحبار والرھبان… الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

یہ جو روایت ہے کہ نبی نہیں آئے گا۔ اس سے یہ بھی مراد نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتی نبی کی جو پیشگوئی کی تھی وہ غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی آخری شرعی نبی ہیں اور کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی اور جو بھی آنے والا آئے گا آپ کی غلامی میں ہی آئے گا۔ یہی ہمیں احادیث سے اور قرآن کریم سے بھی پتہ لگتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر کی حضرت یزید بن مُنذر سے مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 296 ومن حلفائی بنی عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) حضرت عامر بن ربیعہؓ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چند دن بعد وفات پائی۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 119 عامر بن ربیعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسرے صحابی ہیں حضرت حَرَام بن مِلْحَان۔ حضرت حرام بن ملحان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عدی بن نجار سے تھا۔ آپ کے والد ملحان کا نام مالک بن خالد تھا۔ حضرت حرام بن ملحان کی والدہ کا نام مُلَیکَہ بنت مالک تھا۔ آپ کی ایک بہن حضرت اُمّ سُلیم تھیں جو حضرت ابوطلحہ انصاری کی اہلیہ اور حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں۔ آپ کی دوسری بہن حضرت اُمّ حرام حضرت عُبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں۔ حضرت حرام بن ملحان حضرت انس کے ماموں تھے اور غزوہ بدر اور اُحد میں شریک تھے اور بئر معونہ کے دن شہید ہوئے تھے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ ایسے آدمیوں کو بھیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ستّر صحابہ ان کے ساتھ بھیج دیئے جو قرآن کے قاری تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن کریم پڑھتے تھے۔ رات کو باہم درس دیتے اور علم سیکھتے۔ دن کو پانی لا کر مسجد میں رکھتے۔ جنگل سے لکڑیاں چنتے اور بیچ کر اہل صفّہ اور فقراء کے لئے غلّہ خریدتے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 390 حرام بن ملحان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (الاصابہ جلد 8 صفحہ 376-375 ام حرام بنت ملحان، جلد 8 صفحہ 409-408 ام سلیم بنت ملحان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء) حضرت حرام بن ملحان کے بئر معونہ کے واقعہ کا کچھ بیان میں چند مہینہ پہلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔ بئر معونہ کا باقی واقعہ ایک دو اور جگہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ اس بارے میں بخاری کی بعض روایات ہیں جو پیش کرتا ہوں جو پہلے بیان نہیں ہوئیں۔

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جب حضرت حرام بن ملحان کو بئر معونہ والے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اپنا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ اور اپنے سر پر چھڑکا اور اس کے بعد کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں نے مراد پالی۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و رعل حدیث 4092)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رِعل، ذَکْوان، عُصَیَّہ اور بنولحیان قبائل کے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے آپ سے اپنی قوم کے مقابلہ کے لئے مدد مانگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ستّر انصار صحابہ سے مدد کی۔ حضرت انس کہتے تھے کہ ہم انہیں قاری کہا کرتے تھے۔ دن کو وہ لکڑیاں لاتے اور رات کو نمازیں پڑھتے۔ وہ لوگ انہیں لے گئے۔ جب بئر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے ان سے غداری کی اور انہیں مار ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک اور بعض روایات میں چالیس دن تک نماز میں کھڑے ہو کر رعل اور ذکوان اور بنولحیان کے لئے بددعا کرتے رہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب العون بالمدد حدیث 3064، باب من ینکب او یطعن فی سبیل اللہ حدیث 2801)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب قاری لوگ شہید کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر کھڑے ہو کر عاجزی سے دعا کی۔ اور بخاری کی دوسری روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی اس سے بڑھ کر غم کیا ہو۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من جلس عند المصیبۃ… الخ حدیث 1300) پھر ایک روایت یہ ہے حضرت انسؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ایک مہینے تک بنوسُلَیم کے چند قبیلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے قاریوں میں سے چالیس یا ستّر آدمیوں کو بعض مشرک لوگوں کے پاس بھیجا تو یہ قبائل آڑے آئے اور ان کو مار ڈالا حالانکہ ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا۔ پھر اس میں بھی وہی بیان ہے کہ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ کسی پر اتنا غم کیا ہو جتنا کہ آپ نے ان قاریوں پر غم کیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجزیۃ باب دعاء الامام علی من نکث عہداً حدیث 3170)

پھر ایک حوالہ ہے ابن ہشام کی سیرت کا۔ جَبّار بن سُلْمٰی جو عمرو بن طُفیل کے ساتھ اس موقع پر موجود تھے بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میرے اسلام قبول کرنے کی یہ وجہ ہوئی کہ میں نے ایک شخص کے دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا۔ میں نے دیکھا کہ نیزے کی اَنی اس کے سینہ کے پار ہو گئی۔ پھر میں نے اس شخص کو یہ کہتے سنا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ۔ یعنی کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد کو پالیا۔ اس پر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ کیسے کامیاب ہو گیا۔ کیا میں نے اس شخص کو شہید نہیں کر دیا۔ جبار کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں ان کے اس قول کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا مطلب شہادت پر فائز ہونا تھا۔ جبار کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ یقیناً خدا کے نزدیک کامیاب ہو گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 603 حدیث بئر معونہ فی صفر سنۃ اربع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ لبنان 2001ء)

دو تین صحابہ کے بارے میں اسی طرح کے واقعات ملتے ہیں۔ ملتے جلتے الفاظ ملتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا اصل مقصد سمجھتے تھے اور دنیاوی کامیابیاں ان کا اصل مقصد نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اسی نیت کی وجہ سے ان کے بارے میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

بئر معونہ کے موقع پر شہادت کے وقت صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا۔ کہ اے اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حالات سے آگاہ فرما دے کہ ہم تجھ سے جا ملے ہیں اور ہم تجھ سے اور تُو ہم سے راضی ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی اللہ سے جا ملے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 267 حرام بن ملحان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اس واقعہ کے بارے میں بھی بیان کرتے ہیں کہ واقعات بئر معونہ اور رجیع سے قبائل عرب کے اس انتہائی درجہ کے بُغض وعداوت کا پتہ چلتا ہے جو وہ اسلام اور متبعین اسلام کے متعلق اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔ حتی کہ ان لوگوں کو اسلام کے خلاف ذلیل ترین قسم کے جھوٹ اور دغا اور فریب سے بھی کوئی پرہیز نہیں تھا اور مسلمان باوجود اپنی کمال ہوشیاری اور بیدار مغزی کے بعض اوقات اپنی مومنانہ حسن ظنی میں ان کے دام کا شکار ہو جاتے تھے۔ حفاظ قرآن، نماز گزار، تہجد خواں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ کا نام لینے والے اور پھر غریب مفلس فاقوں کے مارے ہوئے یہ وہ لوگ تھے جن کو ان ظالموں نے دین سیکھنے کے بہانے سے اپنے وطن میں بلایا اور پھر جب مہمان کی حیثیت میں وہ ان کے وطن میں پہنچے تو ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا جتنا بھی صدمہ ہوتا کم تھا۔ مگر اس وقت آپ نے رجیع اور بئر معونہ کے خونی قاتلوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہیں فرمائی۔ (صدمہ ضرور ہوا لیکن ان کے خلاف جنگی کارروائی کوئی نہیں ہوئی)۔ البتہ اس خبر کے آنے کی تاریخ سے لے کر برابر تیس دن تک آپ نے ہر روز صبح کی نماز کے قیام میں نہایت گریہ وزاری کے ساتھ قبائل رعل اور ذکوان اور عُصَیَّہ اور بنولحیان کا نام لے لے کر خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی کہ اے میرے آقا! تُو ہماری حالت پر رحم فرما اور دشمنان اسلام کے ہاتھ کو روک جو تیرے دین کو مٹانے کے لئے اس بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں''۔ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 521-520)

پس آج بھی دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے دعاؤں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان لوگوں کی پکڑ کے سامان کرے اور ہمارے لئے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔

حضرت سعدؓ بن خولہ ایک صحابی تھے اور بعض کے نزدیک آپ ابن ابی رُھم بن عبد العُزّٰی عامِری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ اسلام لائے اور سابقین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ حضرت سعد بن خولہ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ نے حضرت کُلثوم بن ھِدم کے ہاں قیام کیا۔ ابن اسحاق موسیٰ بن عُقبہ نے آپ کا ذکر اہل بدر میں کیا ہے۔ حضرت سعد بن خولہ جب غزوہ بدر میں شامل ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر 25 برس تھی۔ آپ

غزوہ اُحد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سُبَیْعَہ اَسْلَمِیَّہ کے شوہر تھے۔ آپ کی وفات حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ کے بچہ کی پیدائش ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اہلیہ سے فرمایا کہ تم اب اس پیدائش کے بعد جس سے چاہو نکاح کر سکتی ہو۔ آپ کے حجۃ الوداع کے موقع پر فوت ہونے کے بارے میں سوائے طبری کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ان کی وفات پہلے ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 209-210 سعد بن خولہ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)، (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217 سعد بن خولہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت اَبُو الْھَیْثَمْ۔ حضرت ابوالہیثم بن التَّیِّہَان انصاری کا اصل نام مالک تھا لیکن اپنی کنیت ابوالہیثم سے مشہور ہوئے۔ آپ کی والدہ لیلی بنت عَتِیك قبیلہ بَلِّی سے تھیں۔ اکثر محققین کے نزدیک آپ قبیلہ اوس کی شاخ بَلِّی سے ہیں جو بَنُو عَبْدُ الْاَشْہَلْ کے حلیف تھے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 365 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)، (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 341 ابوالہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 215 ابو الہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء) محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلیت کے زمانے میں بھی بتوں کی پرستش سے بیزار تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ حضرت اسعد بن زُرَارہ اور حضرت ابوالہیثم توحید کے قائل تھے۔ یہ دونوں ابتدائی انصاری ہیں جنہوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 341 ابوالہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) بعض کے نزدیک بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل جب حضرت اسعد بن زُرَارہ چھ آدمیوں کے ساتھ مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو حضرت ابوالہیثم کو اسلام کی دعوت دی۔ چونکہ آپ پہلے ہی دینِ فطرت کی تلاش میں تھے آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پھر بیعت عقبہ اولیٰ کے وقت جو بارہ آدمیوں کا وفد مکہ گیا تو اس وفد میں آپ شامل تھے۔ مکہ پہنچ کر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ (سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 215 ابوالہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس بارے میں تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں ان سے ملے۔ انہوں نے یثرب کے حالات سے اطلاع دی اور اب کی دفعہ سب نے باقاعدہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کا بنیادی پتھر تھی۔ چونکہ اب تک جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صرف ان الفاظ میں بیعت لی جن میں آپ جہاد فرض ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صدق وثبات کے ساتھ اس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہے گا کرے گا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں بیعت لی گئی تھی عقبہ کہلاتی ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقعہ ہے۔ عقبہ کے لفظی معنی (لکھے ہیں کہ) ''بلند پہاڑی رستے کے ہیں۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 224-225) حضرت ابوالہیثم ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے اپنی قوم میں سے سب سے پہلے مکہ جا کر اسلام قبول کیا اور پھر مدینہ واپس آ کر اسلام کی اشاعت کی۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ سب سے پہلے انصاری ہیں جو مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں شامل ہوئے اور تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار میں سے بارہ نقباء منتخب فرمائے تو آپ بھی ان نُقَبَاءِ میں سے ایک تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 342-341 ابوالہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) نقباء نقیب کی جمع ہے جس کا مطلب ہے کہ جو علم اور صلاحیت رکھنے والے لوگ تھے انہیں ان کا سردار یا لیڈر یا نگران مقرر کیا تھا۔

ایک حدیث میں روایت ہے کہ بیعتِ عقبہ کے دوران حضرت ابوالہیثم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور بعض دیگر قبائل کے درمیان باہمی مدد کے کچھ معاہدے ہیں۔ جب ہم اسلام قبول کر لیں گے اور بیعت کر کے آپ ہی کے ہو جائیں گے تو ان معاہدوں کا معاملہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے ویسا ہی ہو گا۔ (ابوالہیثم اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ) اس موقع پر میں آپ کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول! اب ہمارا تعلق آپ سے قائم ہو رہا ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے اور آپ کی قوم پر آپ کو غلبہ نصیب ہو تو اس وقت آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں نہ چلے جائیں اور ہمیں داغِ مفارقت نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اب تمہارا خون میرا خون ہو چکا ہے۔ اب میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو۔ جو تم سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا اور جو تم سے صلح کرے گا وہ مجھ سے صلح کرے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 427 حدیث 15891 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مکہ کے بعد حضرت عثمان بن مَظْعُون اور حضرت ابوالہیثم انصاری کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 365 ابن الہیثم بن التَّیِّہَان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک ساتھی بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس پانی ہو یا آج رات مشک میں رہا ہو تو پلاؤ ورنہ ہم یہیں سے منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ وہاں پانی بہہ رہا تھا۔ وہ شخص اپنے باغ میں پانی لگا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس رات کا پانی ہے آپ جھونپڑی کی طرف چلئے۔ وہ شخص یعنی حضرت ابوالہیثم آپ اور آپ کے ساتھی دونوں کو لے گیا اور ایک پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر اس پر گھر کی بکری کا دودھ دھویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشروب پیا پھر اس شخص نے بھی پیا جو آپ کے ساتھ تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب شرب اللبن بالماء حدیث 5613)

اسی طرح ایک روایت ہے حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الہیثم بن التَّیِّہَان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو بدلہ بھی دو۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس کا کیا بدلہ دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جا کر کھانا کھائے اور پانی پیئے تو اس کے لئے دعا کرے۔ یہ اس کے لئے اس کھانے کا بدلہ ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ حدیث 3853) یہ ہیں اعلیٰ اخلاق جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں گھر سے باہر نکلے جب عام طور پر کوئی باہر نہیں نکلتا اور نہ کوئی کسی سے ملتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابوبکر تجھے کیا چیز لے آئی؟ (یعنی گھر سے باہر آئے) تو انہوں نے عرض کیا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھنے اور اس کو سلامتی بھیجنے کے لئے نکلا ہوں۔ تھوڑی دیر تک حضرت عمر بھی آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے عمر تجھے کیا چیز لے آئی؟ عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھوک لے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی کچھ بھوک لگی ہوئی ہے۔ پھر آپ سب لوگ حضرت ابوالہیثم انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ان کے پاس کافی بکریاں اور کھجور کے درخت تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر پر نہ پایا۔ آپ نے ابوالہیثم کی بیوی سے کہا کہ تیرا خاوند کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالہیثم بھی مشک اٹھائے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے مشک ایک طرف رکھ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور اپنی جان ومال وارنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ حضرت ابوالہیثم آپ تینوں کو لے کر اپنے باغ کی طرف گئے اور ایک چادر بچھا دی۔ پھر جلدی سے باغ کی طرف گئے اور کھجور کا پورا خوشہ ہی کاٹ کر لے آئے جس پر کچے پکے ڈوکے بھی تھے اور پکی ہوئی کھجوریں بھی تھیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالہیثم! تم پکی ہوئی کھجوریں یا ڈوکے چن کر کیوں نہیں لائے بجائے جو سارا پورا bunch ہے وہ لے آئے ہو۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے چاہا آپ اپنی پسند کے مطابق پکی کھجوریں یا ڈوکے خود چن کر کھا لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے۔ یعنی ٹھنڈا سایہ اور ٹھنڈا پانی اور تازہ کھجوریں۔ پھر حضرت ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے کا انتظام کرنے

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرنا۔ اس پر انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سب نے اسے کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی خادم بھی ہے؟ تو حضرت ابوالہیثم نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس کوئی جنگی قیدی آئے تو ہمارے پاس آنا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو قیدی آئے تو حضرت ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرلو۔ حضرت ابوالہیثم کہنے لگے یارسول اللہ! آپ ہی میرے لئے انتخاب فرما دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔ (یہ بات بھی خاص طور پہ ہر ایک کے لئے نوٹ کرنے والی ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ اچھا مشورہ دینا چاہئے۔) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ خادم لے لو کیونکہ میں نے اسے عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور جو خوبی اس خادم کی بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ عبادت کرتا ہے۔ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس کے دل میں نیکی ہے۔ اس کے ساتھ پھر فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت ابوالہیثم اپنی بیوی کے پاس لوٹے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگیں کہ تم اس نصیحت کا حق پوری طرح ادا نہیں کرسکو گے جو تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یہی کہ نیک سلوک کرنا۔ اب عورت ذات ہے اور پھر نوکر بھی کوئی نہیں۔ کام کرنے والا جو ملا ہے اس کے بارے میں یہ دیکھیں معیار، مومنانہ شان۔ ان کی اہلیہ ان کو یہ کہنے لگی کہ حق تو تبھی پورا ہوگا کہ تم اس کو آزاد کردو۔ جو تمہیں ملازم ملا ہے اس کو آزاد کردو۔ اس پر حضرت ابوالہیثم نے اس کو آزاد کردیا۔ (سنن الترمذی کتاب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ حدیث 2369) یہ شان تھی ان صحابہ کی۔

حضرت ابوالہیثم غزوہ بدر، اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ غزوہ موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثم کو خیبر میں کھجوروں کے پھل کا اندازہ کرنے کے لئے بھی بھجوایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر نے آپ کو کھجوروں کے اندازے کے لئے بھجوانا چاہا تو انہوں نے جانے سے معذرت کردی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو کھجوروں کے اندازے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوالہیثمؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوروں کا اندازہ کیا کرتا تھا جب میں اندازے کرکے واپس آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرماتے تھے۔ اس وقت ان کو وہ خیال آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لیتا تھا اور ایک جذباتی کیفیت تھی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں نہ بھجوایا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 342 ابوالہیثم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء) تو یہ ایک جذباتی کیفیت تھی جو انہوں نے بیان کی ورنہ یہ لوگ وہ تھے جو ہمیشہ اطاعت کرنے والے تھے۔ نافرمانی کرنے والے نہیں تھے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ پھر بھی حکم دیتے تو یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ تعمیل نہ کرتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کا آپ کو دوبارہ نہ کہنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو بھی ان کی اس جذباتی کیفیت کا خیال آ گیا اور سمجھ گئے۔ اس لئے حکم نہیں دیا۔ پھر جب حضرت عمر نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کی طرف ایسے افراد کو بھیجا جو ان کی زمین کی قیمت لگائیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف حضرت ابوالہیثمؓ اور حضرت فروہؓ بن عمرو اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو بھیجا۔ انہوں نے اہل خیبر کی کھجوروں اور زمین کی قیمت لگائی۔ حضرت عمرؓ نے اہلِ خیبر کو ان کی نصف قیمت دے دی جو کہ پچاس ہزار درہم سے زیادہ تھی۔ (کتاب المغازی للواقدی جلد دوم باب شان فدک صفحہ 165 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004ء) یہاں اب دیکھیں کہ وہ اس جگہ چلے گئے۔ وہ جذباتی کیفیت نہیں تھی۔ اب عرصہ گزر گیا تھا اس لئے ان کو کوئی روک نہیں کوئی ایسا امر مانع نہیں تھا۔

السلام علیکم کہنے کے متعلق بھی ایک روایت ان سے ملتی ہے۔ حضرت ابوالہیثمؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو السلام علیکم کہتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے والے کو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنے والے کو تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 366 ابوالہیثم بن التیھان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1995ء) حضرت ابوالہیثمؓ کے زمانہ وفات کی بابت مختلف رائے پائی جاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ بعض کے نزدیک آپ کی وفات بیس یا اکیس ہجری میں ہوئی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے جنگ صِفِین سینتیس ہجری میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہادت پائی‘‘۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 342 ابوالہیثم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (اسدالغابہ جلد 5 صفحہ 13 ابوالہیثم مالک بن التیھان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تو یہ تھے وہ صحابہ جنہوں نے ہمارے لئے اُسوہ کو قائم کیا اور ہمیں بہت ساری باتوں کے متعلق آگاہی بھی دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

جمعہ اور نماز کے بعد میں دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ یہ پہلا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کا ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے بیٹے تھے۔ 14؍اگست کو 94 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کا دل کا آپریشن 2000ء میں امریکہ میں ہوا تھا اس کے بعد وہاں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد تقریباً صاحب فراش ہی رہے۔ 18؍جولائی 1924ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور مکرمہ سرور سلطان بیگم صاحبہ بنت حضرت غلام حسن صاحب پشاوری کے ہاں قادیان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کیا۔ پھر 1949ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے ہسٹری اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ ان کے پاس ہونے پر جب لوگوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارکبادیں تو علاوہ اور شکرگزاری کے الفاظ کے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ بھی لکھا کہ دراصل مومنوں کی جماعت اپنی خوشی اور غمی کے موقعوں پر ایک دوسرے کے سہارے پر قائم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے سہارے سے راحت اور تسکین اور مضبوطی حاصل کرتی ہے کہ یہی جماعت کے نظریے کا مرکزی نکتہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ مگر میں دوستوں سے درخواست کروں گا کہ اس خوشی کی شرکت کے علاوہ یہ بھی دعا کریں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے عزیز مجید احمد کو علم کا ظاہری معیار پورا کرنے کی توفیق دی ہے اسی طرح اسے حقیقی علم سے بھی نوازے اور پھر اس علم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے کیونکہ یہی ہماری زندگیوں کا اصل مقصد اور منتہا ہے۔ (مضامین بشیر۔ جلد 2 صفحہ 605)

مرزا مجید احمد صاحب نے 7؍مئی 1944ء کو اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کردی اور ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی۔ دسمبر 1949ء میں جامعۃ المبشرین میں داخل ہوئے اور جولائی 1954ء میں جامعہ پاس کیا۔ ان کا نکاح 28؍دسمبر 1950ء کو جلسہ سالانہ کے تیسرے دن صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب عبداللہ خان صاحب اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھا۔ ان کی اولاد میں ان کی ایک بڑی بیٹی ہیں نصرت جہاں صاحبہ جو مرزا نصیر احمد طارق جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے پوتے ہیں ان کی اہلیہ ہیں۔ پھر ان کے بیٹے ہیں مرزا محمود احمد۔ پھر ان کی ایک بیٹی درثمین ہے جو میر محمود احمد صاحب کی بہو ہیں۔ پھر ان کے بیٹے تھے مرزا غلام قادر صاحب شہید اور ان کی اہلیہ ہیں امۃ الناصر جو سید میر داؤد احمد صاحب کی بیٹی ہیں۔ پھر ان کی ایک پانچویں بیٹی فائزہ صاحبہ ہیں جو سید مدثر احمد صاحب کی بیوی ہیں اور یہ بھی واقف زندگی ہیں۔

جولائی 1954ء میں مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا پہلا تقرر 20؍ستمبر 1954ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہوا۔ 4؍نومبر 1956ء کو تحریک جدید کے تحت غانا کے شہر کماسی میں بطور پرنسپل سکول بھجوایا گیا۔ 24؍دسمبر 1963ء کو پاکستان واپس آئے۔ پھر اپریل 1964ء میں تعلیم الاسلام کالج میں دوبارہ تقرری ہوئی۔ پھر جب تعلیم الاسلام کالج بھٹو صاحب کے زمانے میں نیشنلائز ہوا تو اپریل 1975ء میں آپ نے نیشنلائزیشن کے بعد وہاں سے استعفیٰ دے دیا اور انجمن میں رپورٹ کردی کہ میں واقف زندگی ہوں۔ 3؍جولائی 1975ء کو آپ کا تقرر بطور نائب ناظر تعلیم ہوا۔ 1976ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث امریکہ اور یورپ کے ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے تو مرزا مجید احمد صاحب بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ تھے۔ 1978ء میں آپ کو نائب ناظر اعلیٰ مقرر کیا گیا اور 1984ء میں یہاں سے پھر ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کے داماد سید مدثر احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے سیرۃ المہدی کا کچھ حصّہ انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور الفضل میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ علمی آدمی تھے۔ یہ مضامین کتابی صورت میں ’’نقطۂ نظر‘‘ کے نام سے چھاپے گئے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ میں نے بھی ان کو دیکھا ہے کہ اکثر وقت لائبریری میں مطالعہ کرنے میں گزارتے تھے۔ ان کی بہو مرزا غلام قادر شہید کی بیوہ امۃ الناصر لکھتی ہیں کہ بہت پیار کرنے والے، اعلیٰ ظرف کے مالک تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرنے والے مخلص اور کھلے دل کے انسان تھے۔ یہ ان کی بڑی خوبی تھی کہ ہر عمر کے لوگوں میں ایڈجسٹ کر جاتے تھے اور ایک دوست کی طرح ان سے سلوک کرتے تھے۔ بچوں سے بھی بڑوں سے بھی نوجوانوں سے بھی۔ یہ لکھتی ہیں کہ ’’اپنے بیٹے مرزا غلام قادر شہید کی شہادت پر بہت صبر کا نمونہ دکھایا اور کہتی ہیں کہ شہادت کے بعد مرزا مجید احمد صاحب اور آپ کی اہلیہ بہت زیادہ قادر شہید کے بچوں کا خیال رکھتے۔ پھر بیماری کا بڑا لمبا عرصہ تھا اور بہت صبر اور ہمت کے ساتھ انہوں نے گزارا۔ غصہ والی طبیعت نہیں تھی۔ جس کسی سے بھی تعلق رکھا بہت مخلص ہو کر رکھا۔ اسی طرح ملازموں کا بھی خیال رکھنے والے تھے‘‘۔ ان کے داماد مرزا نصیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ’’مرزا مجید احمد صاحب صائب الرائے تھے اور بڑی واضح رائے رکھتے تھے۔ یہ نہیں کہ جو رائے چل پڑی ہے اسی میں ہاں کردی بلکہ جو صحیح ہوتا تھا اس کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے‘‘۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے اور ہمیشہ خلافت اور جماعت سے

وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ سیدہ نسیم اختر صاحبہ کا ہے جو محمد یوسف صاحب، آنبہ نوریہ ضلع شیخوپورہ کی اہلیہ تھیں۔ ان کی 27/جولائی 2018ء کو وفات ہوئی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت ولی محمد صاحب کی پوتی اور قاضی دین محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ پارٹیشن کے بعد آپ کے والد آپ کے خاندان کو لے کر قادیان سے ہجرت کر کے ربوہ منتقل ہو گئے۔ شادی کے بعد گاؤں آنبہ نوریہ میں زندگی گزاری۔ اس دوران مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ اٹھارہ سال مقامی مجلس کی صدر لجنہ بھی رہیں۔ صوم وصلوۃ کی پابند۔ تہجد گزار تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے والی سادہ اور منکسر المزاج تھیں۔ بڑی مخلص خاتون تھیں۔ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے والی اور ترجمہ سے بھی پڑھنے والی تھیں۔ غور کرنے کی عادت تھی اور پھر اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتی تھیں۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں اور کثیر تعداد میں احمدی اور غیر احمدی بچوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھا۔ ان کے ایک بیٹے مالی مغربی افریقہ میں مبلغ ہیں۔ مالی میں ان کی تقرری ہوئی تو مغربی افریقہ میں ایبولہ بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ کسی غیر از جماعت نے ان سے کہا کہ آپ کو چاہئے کہ اپنے بیٹے کو ان حالات میں وہاں نہ بھجوائیں۔ وہاں تو بڑی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میں نے اپنے دونوں بیٹے (دو بیٹے ان کے واقف زندگی ہیں، مربی ہیں) خدا کی راہ میں بہت دعاؤں کے بعد وقف کئے ہیں اور وقف کے بعد اب یہ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے کہاں اور کیسی خدمت لیتا ہے۔ مجھے تو اس بات پر ہی بہت فخر ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے بچوں کو اپنی خدمت کی توفیق دی۔ اپنے بچوں کو بھی یہی نصیحت کرتی تھیں کہ خدا تعالیٰ نے اگر آپ کو خدمت کا موقع دیا ہے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اپنے وقف سے وفا کرنا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے بیٹے ناصر احمد ناصر صاحب مبلغ سلسلہ مالی میں اور انصر محمود صاحب مربی سلسلہ پاکستان میں ہیں۔ یہ جو مالی میں ان کے بیٹے ہیں ان کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نیکیاں ان کی نسلوں میں جاری فرمائے۔

☆...☆...☆

بقیہ: اسلام آباد (پاکستان) کی ہائی کورٹ کا فیصلہ

از صفحہ نمبر 4 ....

مزاحمت ختم ہوگئی۔ ان کو جنگ میں حاصل کرنے کے لئے جو اہداف دیئے گئے تھے وہ پورے ہو گئے تھے لیکن اس وقت مدِ مقابل فوج افراتفری کا شکار تھی۔ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جنرل جنجوعہ نے اپنی افواج کے کچھ افسران کو دوپہر اڑھائی بجے حکم دیا کہ وہ دریا عبور کر کے دریا سے مشرق کی طرف Pallanwala پر بھی قبضہ کر لیں۔ بعض افسران کی طرف سے عذر پیش کیا گیا کہ یہ ممکن نہیں۔ اس پر جنرل جنجوعہ نے دوبارہ یہی حکم دیا۔ لیکن پھر عذر پیش کیا گیا کہ وہ بٹالینز جنہوں نے حملہ کرنا ہے locate نہیں ہو رہیں۔ اس طرح حملہ میں تاخیر ہوگئی۔ جنرل جنجوعہ کے حکم کی فوری تعمیل میں دیر کیوں ہوئی اس بارے میں آغا ہمایوں امین صاحب نے اپنی تحقیق شائع کی ہے، جس کا حوالہ درج کیا جا رہا ہے۔ پھر 9 دسمبر کی شام کو جنرل افتخار جنجوعہ ہیلی کاپٹر کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد 23 ڈویژن نے کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکے کیونکہ اس دوران اس مقام پر مزید افواج جمع کر کے بھارت نے اپنے دفاع کو مضبوط کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کی افواج نے خاطر خواہ علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس جنگ میں پاکستانی افواج کو کہیں اور اتنی کامیابی نہیں ملی اور دوسرے اکثر محاذوں پر پاکستان کو شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حمود الرحمن کمیشن نے جنرل جنجوعہ شہید کی شاندار الفاظ میں تعریف کرنے کے ساتھ ان کی کارکردگی کا بھی ناقدانہ جائزہ لیا اور یہ رائے دی کہ انہیں صرف اتنے علاقے پر ہی قبضہ کرنا چاہیے تھا جس کا ہدف دیا گیا تھا اور جی ایچ کیو کو چاہیے تھا کہ انہیں مزید پیش رفت سے روکتا۔ ہم اس کے عسکری پہلو پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے لیکن اس قسم کے اعتراض صرف مُحبِّ وطن اور بہادر فوجیوں پر ہوتے ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ کے مخالفین پر اس قسم کا اعتراض کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

دوسری یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس کے بعد جب بھارت کی عسکری تاریخ Indian Army After Independence کے نام سے لکھی گئی تو اس کے مصنف K.C. Praval نے جنرل جنجوعہ کے اس فیصلہ کو کہ دریائے توی کے مشرق کی طرف حملہ کر کے Pallanwala پر قبضہ کیا جائے نہ صرف ضروری اور پاکستان کے لئے عمدہ فیصلہ قرار دیا اور چونکہ انہیں پاکستان کی طرف کے حالات کا علم نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار بھی کیا کہ ہماری افواج اس سیکٹر میں افراتفری کا شکار تھیں، پاکستان نے اسی وقت مزید پیش قدمی کیوں نہیں کی۔ اس کتاب کے بعد پاکستان کی طرف سے آغا ہمایوں امین صاحب نے چھمب کے معرکہ پر تحقیق کر کے مقالہ شائع کیا۔ ان کے مطابق جنرل افتخار جنجوعہ کی خوبی یہ تھی کہ وہ ڈویژن ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر جنگ کی کمان کرنے کی بجائے محاذِ جنگ کے Front پر کھڑے ہو کر کمان کرتے تھے اور یہ طرز برصغیر کی فوجی تاریخ میں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اور اس معرکے میں ان کے فوجیوں نے بھی غیر معمولی بہادری دکھائی اور اس جنگ میں سب سے زیادہ اس محاذ پر فوجیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ان کے ماتحت کام کرنے والے زیادہ تر بریگیڈ کمانڈر اس طرح front پر کھڑے ہو کر جنگ کی قیادت کرنے کے عادی نہیں تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب پاکستان کے لئے نادر موقع تھا کہ اپنی کامیابی کو اور وسیع کرتا اور Pallanwala پر بھی قبضہ کر لیتا تو وہ اس وقت بریگیڈ کمانڈر جنرل جنجوعہ کی اس ہدایت پر عمل نہ کر سکے کہ فوراً دریا عبور کر کے مزید پیش قدمی شروع کر دو۔ اس وقت یہ قبضہ آسانی سے ہو سکتا تھا اور اس کے بعد بھارت اور کشمیر کو ملانے والی سڑک کے راستے میں صرف اکھفور حائل رہ جاتا۔ بہر حال یہ دلچسپ بحث ہے۔ نیچے حوالے درج کئے جا رہے ہیں۔

(The Battle of Chamb-1971 by Major Agha Hamayun Amin. http://www.defencejournal.com/sept99/chamb.htm. accessed on 22.8.2018)

(Indian Army After Independence By Major K.C. Praval. Chapter 1971 operations–case west)

(The Report of the Hamoodur Rahman Commission, published by Vanguard, p 213–215)

جنرل جنجوعہ کی صلاحیتوں اور جرأت کا اعتراف بھارت کے عسکری مؤرخوں نے بھی کیا۔ چنانچہ KC Parval لکھتے ہیں:

"Major General Iftikhar Khan, the Divisional Commander, showed skill and determination in carrying out his mission."

(K.C Praval –Indian Army after Independence–Page.496)

ترجمہ: میجر جنرل افتخار خان ڈویژنل کمانڈر نے اس آپریشن کو چلاتے ہوئے مہارت اور عزم کا مظاہرہ کیا

پھر وہ لکھتے ہیں:

"The enemy commander showed commendable flexibility. Having achieved surprise by using the northern approach, he switched to the south when he found himself firmly checked at Mandiala crossings." (page 488)

ترجمہ: دشمن کے کمانڈر نے قابلِ تعریف لچک کا مظاہرہ کیا اور پہلے شمال میں حملہ کر کے حیران کیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ یہاں پر انہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے تو انہوں نے وہ حملہ جنوب میں منتقل کر دیا۔

الزامات کا معیار

اگر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جماعت کے کسی مخالف گروہ پر الزام لگایا جائے اور یہ الزام لگاتے ہوئے صرف جماعتِ احمدیہ کی کسی کتاب کا حوالہ دیا جائے تو یقیناً کوئی بھی اسے قبول نہیں کرے گا اور سب کہیں گے کہ یہ تو آپ کی اپنی کتاب کا حوالہ ہے جو آپ نے اپنے مخالف کے خلاف پیش کیا ہے۔ آپ کو اگر الزام لگانا ہے تو کوئی اور ثبوت پیش کریں، عقل کی رو سے اس الزام کو ثابت کریں، یا کم از کم اس موضوع پر کسی غیر جانبدار معیاری تحقیق کا حوالہ پیش کریں۔ اسی طرح جب تاریخی واقعات کے حوالے سے جماعتِ احمدیہ پر ایسے سنگین الزامات لگائے جا رہے ہوں اور خاص طور پر عدالت کے فیصلہ میں انہیں درج کر کے نفرت انگیزی کی جا رہی ہو تو جماعتِ احمدیہ کے اشد مخالفین کی کتب کے حوالے جو کہ لکھی ہی جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں گئی تھیں کوئی ثبوت نہیں کہلا سکتیں۔ لیکن اس عدالتی فیصلہ میں صرف ایسی کتب کو نام نہاد ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں ہمیشہ سے یہی طریق اختیار کیا گیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں لکھی گئی اناپ شناپ تحریروں کو ثبوت کا نام دے کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اُوٹ پٹانگ الزام کہ 1971ء میں ملک کے ٹوٹنے کا سانحہ احمدیوں کی سازش کی وجہ سے ہوا 1974ء کی قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کی کارروائی میں بھی پیش کیا گیا تھا۔ اور بالکل اسی طرح۔ یہ الزام اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب نے 7 اگست 1974ء کو لگایا تھا۔ اور اپنی دلیل کے طور پر ایک انگریزی جریدہ کا طویل حوالہ پڑھنا شروع کیا۔ جریدہ کا نام Impact تھا اور یہ 27 جون 1973ء کا حوالہ تھا۔ ابھی یہ بھی واضح نہیں ہوا تھا کہ وہ کیا فرمانا چاہ رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس جریدہ کی اس تحریر کے متعلق ان سے استفسار فرمایا Who is the writer? یعنی اس تحریر کو لکھنے والا کون ہے؟ اس پر اٹارنی جنرل صاحب نے کمال قول سدید سے فرمایا I really do not know.: یعنی حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ حضور نے اگلا سوال یہ فرمایا What is the standing of this publication یعنی اس اشاعت یا جریدہ کی حیثیت کیا ہے؟ یعنی کیا یہ کوئی معیاری جریدہ ہے یا کوئی غیر معیاری جریدہ ہے۔ اس کی حیثیت ایسی ہے بھی کہ نہیں کہ اس کے لکھے کو ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جائے۔ چونکہ یہ ایک غیر معروف نام تھا اس لیے اس سوال کی ضرورت پیش آئی۔ اس سوال کے جواب میں اٹارنی جنرل صاحب نے ایک بار پھر نہایت بے نفسی سے فرمایا May be nothing at all, Sir یعنی جناب شاید اس کی وقعت کچھ بھی نہیں ہے۔ خیر اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دریافت فرمایا Have we anything to do with this? یعنی کیا ہمارا اس تحریر سے کوئی تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ موصول ہوا Nothing I do not say you have any thing to do....... یعنی کوئی نہیں، مَیں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ کا اس سے کوئی تعلق ہے۔

اب یہ ایک عجیب مضحکہ خیز منظر تھا کہ اٹارنی جنرل آف پاکستان پوری قومی اسمبلی پر مشتمل سپیشل کمیٹی میں ایک جریدہ کی ایک تحریر بطور دلیل کے پیش کر رہا ہے اور اسے ایک جماعت کے غدار ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے اور اسے یہ بھی علم نہیں کہ یہ تحریر لکھی کس کی ہوئی ہے، اسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس جریدہ کی کوئی حیثیت بھی ہے کہ نہیں۔

(The National Assembly of Pakistan. Proceedings of the special committee of the whole house held in camera to consider the Qadiani issue.7th August 1974 p 364–367)

جس وقت اٹارنی جنرل آف پاکستان نے ان کمزور بیساکھیوں کے سہارے جماعتِ احمدیہ پر یہ الزام لگانے کی کوشش کی، اُس وقت حمود الرحمن کمیشن کی رپورٹ حکومت کے پاس آ چکی تھی اور ظاہر ہے اس رپورٹ میں جماعتِ احمدیہ کو اس سانحہ کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔ اس رپورٹ میں ان لوگوں کی فہرست دی گئی تھی جو کہ اس سانحے کے ذمہ دار تھے اور یہ سفارش کی تھی کہ ان پر فوری طور پر مقدمہ چلایا جائے۔ حکومت نے یہ رپورٹ خفیہ رکھی اور بجائے اس کے کہ ان افراد پر مقدمات

چلائے جائیں، ان میں سے ایک کو ترقی دے کر فوج کا سربراہ مقرر کر دیا۔ اور قومی اسمبلی میں اس نامعقول انداز میں یہ الزام جماعتِ احمدیہ پر لگانے کی کوشش کی۔ ایسے موقعوں پر Plato کی Republic میں درج ایک مباحثہ میں Thrasymachus کا یہ قول یاد آجاتا ہے کہ اس کے نزدیک:

Justice is nothing else than the interest of the stronger

انصاف طاقتور کے مفادات کے تحفظ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

جماعتِ احمدیہ پر الزام لگانے والے Thrasymachus کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے نشاندہی کر چکے ہیں کہ جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب کی وابستگی جماعتِ اسلامی سے تھی اور انہوں نے جماعتِ اسلامی کے ٹکٹ پر ایک مرتبہ انتخاب بھی لڑا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ چونکہ ماضی قریب میں 1971ء کے دوران جماعتِ اسلامی کے اراکین کے کردار پر سوال اُٹھایا گیا ہے اور ان میں سے بعض کو بنگلہ دیش میں سزا بھی ہوئی، شاید اس لئے بھی اب ان کے حلقے کی طرف سے 1971ء کے سانحے کا الزام جماعتِ احمدیہ کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ واضح کر دیا جائے کہ جماعتِ اسلامی کی طرف سے ان الزامات کو غلط اور سیاسی انتقام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بارے میں اصل حقائق کیا تھے؟ اس ذکر کا مقصد کسی ایک کے موقف کو صحیح یا غلط قرار دینا نہیں تھا۔ لیکن یہ پس منظر ذہن میں ہونا ضروری ہے۔ اگر ہم کچھ دیر کے لئے اس عدالتی فیصلہ کو فراموش بھی کر دیں اور صرف جماعتِ احمدیہ کی عمومی مخالفت کی طرف توجہ کریں تو یہ ظاہر ہے کہ اس کی نفسیات سمجھنی ضروری ہے۔

کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ جب اعتدال اور توازن کے راستے سے ہٹ جاتا ہے تو اس کی کیفیت نفسیاتی بیماری کی ہوتی ہے۔ اب پہلے کی نسبت نفسیات کے علم نے کافی ترقی کی ہے اور بہت سی نفسیاتی بیماریوں کی علامات کے بارے میں نئے نئے حقائق سامنے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک بیماری Narcissistic High Conflict Personality ہے۔ نرگسیت یا خود پسندی کا پہلو تو یہ ہے کہ اس کیفیت کے شکار اشخاص سمجھتے ہیں کہ اُن میں وہ خوبیاں ہیں جو درحقیقت موجود نہیں ہوتیں لیکن وہ خود اپنے دل میں اپنا ایک فرضی مقام تجویز کر لیتے ہیں اور اس پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اپنے اندر موجود کمی کو محسوس کرنے کی بجائے وہ اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے لئے دوسروں پر مسلسل بے تکان اور بے بنیاد الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں اور اس الزام تراشی سے ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے ذہن میں یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں۔ درحقیقت وہ اپنا بھی تماشا بنا رہے ہوتے ہیں اور معاشرے میں بھی زہر گھول رہے ہوتے ہیں۔ اختلاف تو ہر ایک کا حق ہے لیکن جماعتِ احمدیہ کے خلاف نفرت انگیزی کرنے والوں کی اکثر کیفیت Narcissistic High Conflict Personality والی ہی ہوتی ہے۔

...............(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

بقیہ رپورٹ: مسجد بیت المقیت والسال کا افتتاح

... ...از صفحہ نمبر 2

متاثر کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ بہترین نمونہ قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ دوسرے لوگ تقویٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اب جب کہ آپ کو یہ مسجد عطا ہوئی ہے۔ اب آپ کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے۔ اس لئے مقامی جماعت کے تمام افراد کو اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی خاص طور پر کوشش کرنی چاہئے اور اس عظیم نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بار بار نماز کی ادائیگی کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ کہ ہمیں اسے تمام دنیوی کاموں پر ترجیح دینی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض لوگ پچاس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ نماز ادا کرتے ہیں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ جبکہ نماز ایسی عظیم چیز ہے کہ اس کے ذریعہ انسان صرف پانچ دن میں حقیقی پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نمازیوں پر لعنت بھیجی ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ۔ وَیۡل کا لفظ لعنت کے معنے بھی رکھتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انسان فرض نمازوں کی ادائیگی میں سُست یا لاپروانہ ہو۔ حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ اگر ہماری جماعت حقیقی معنوں میں مخلص جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے ایک قسم کی موت اپنے پر وارد کرنی چاہئے اور ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور خود غرضیوں سے بچنا چاہئے اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کو مقدم رکھنا چاہئے۔ منافقت اور ادنیٰ سفلی خواہشات انسان کو ہلاک کر سکتی ہیں۔ اس لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تنبیہات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور ان کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس مسجد کے افتتاح کے ساتھ آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہیں اور آپ کو بہترین طریق پر اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ انہیں ادا کرنے کا پختہ عزم کرنا چاہئے۔ اس لئے مجھے امید ہے اور میری دعا ہے کہ آپ حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں۔ نمازوں میں باقاعدہ ہوں اور پورے خلوص اور انہماک کے ساتھ ادا کریں۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ اور سوسائٹی میں دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی اپنے تعلقات میں شفقت و مہربانی کا سلوک کریں۔ اسی طرح حقیقی اسلام کے نمائندہ بننے کی کوشش کریں اور اسلام کے متعلق دوسروں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی سعی کریں۔ اللہ آپ کو ان مقاصد کو پورا کرنے کی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگیاں گزارنے کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ مقامی جماعت کے تمام افراد کو برکتوں سے نوازے اور آپ سب کو احمدیت کے مخلص اور باوفا خادم بنائے۔

اس کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی۔

بعد ازاں مسجد کے نیچے بڑے ہال میں مسجد بیت المقیت کے افتتاح کے حوالہ سے ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں علاقہ کی بعض ممتاز شخصیات اور مختلف مذہبی و سیاسی و سماجی رہنما اور مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے مہمان شامل ہوئے۔ اس تقریب کا آغاز بھی حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے اور اس کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ ہوا۔ بعد ازاں مکرم ڈاکٹر مرزا اظہر صدیق صاحب صدر جماعت احمدیہ والسال نے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے بتایا کہ مسجد بیت المقیت اس علاقہ میں پہلی احمدیہ مسلم مسجد ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم میں احمدیہ مسلم جماعت کے عالمی سربراہ ہمارے پیارے حضور ہم میں موجود ہیں اور آپ اس تقریب میں نہایت اہم مرکزی خطاب فرمائیں گے۔ مکرم صدر صاحب جماعت نے کہا کہ جماعت کئی سالوں سے نہ صرف افراد جماعت کے لئے بلکہ ہماری جماعتی اور خیراتی مساعی کے لئے ایک مرکز کے حصول کے لئے کوشاں تھی اور ہم خوش قسمت ہیں کہ آج ہمیں یہ خوبصورت مسجد عطا ہوئی ہے۔

اس کے بعد صدر صاحب نے مڈلینڈ کے ریجنل صدر جماعت مکرم ڈاکٹر محمد اشرف صاحب کو ایک تعارفی ایڈریس کے لئے بلایا۔ مکرم ریجنل صدر صاحب نے حضور انور کی بابرکت موجودگی پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے تمام مہمانوں کو ویلکم کیا اور بتایا کہ جماعت احمدیہ ایک عالمی جماعت ہے اور دو سو سے زائد ممالک میں موجود ہے۔

اس کے بعد بعض معزز مہمانوں نے حاضرین سے ایڈریس کیا۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

1 - Dr. Beverly Lindsay
(Her Majesty's Vice Lord Lieutenant)

2- Steve McCabe
(MP Birmingham Selly Oak)

3 - Eleanor Smith
(MP Wolverhampton South West)

4 - Bill Etheridge
(Member of the European Parliament)

ان مہمانوں نے اپنی تقاریر میں جماعت احمدیہ کی امن پسندی اور خیراتی کاموں میں معاشرتی کردار کو سراہتے ہوئے مسجد کی تعمیر پر اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ جماعت صرف 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' کا نعرہ ہی نہیں لگاتی بلکہ اس کے مطابق عمل بھی کرتی ہے۔

مہمان مقررین کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قریباً آٹھ بج کر بارہ منٹ پر حاضرین سے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا جو قریباً پینتیس منٹ تک جاری رہا۔ اس نہایت اہم اور بصیرت افروز خطاب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد، تعوّذ اور تسمیہ کے بعد تمام مہمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کی دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے مَیں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو والسال میں نئی مسجد کے افتتاح کے موقع پر اس ریسیپشن میں ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج کی دنیا میں عام دستور ہے کہ باہمی تعلقات کی بنا پر لوگ ایک دوسرے کی خوشیوں میں اور مختلف تقریبات میں شامل ہونے کے لئے دعوت قبول کرتے ہیں اور بالعموم ایسی تقریبات کا تعلق مذہب سے نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ایک خالص مذہبی تقریب ہے جہاں ہماری مسجد کا باقاعدہ طور پر افتتاح عمل میں آرہا ہے چنانچہ اس میں شمولیت کے لئے آپ نے ہماری دعوت قبول کی جبکہ اکثر آپ میں سے مسلمان نہیں ہیں۔ یہ بات آپ کے کھلے دل اور کھلے ذہن کی غمّاز ہے اور یہ کہ آپ روادار لوگ ہیں اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے والے ہیں۔

حضور نے فرمایا تاہم ممکن ہے کہ آپ میں سے بعض، خواہ وہ ہمارے ہمسائے ہوں یا دوسرے مہمان، وہ کسی حد تک مسجد کی تعمیر کے متعلق بعض اندیشے رکھتے ہوں اور انہیں شاید یہ خوف ہو کہ اس سے سوسائٹی میں تقسیم ہو گی یا ٹیناؤ پیدا ہو گا۔ حضور انور نے فرمایا کہ میں آپ کی اس فکرمندی کو سمجھتا ہوں کیونکہ ہم سب دیکھتے ہیں کہ بعض نام نہاد مسلمانوں نے یُوکے میں اور دوسرے ممالک میں بھی بعض نہایت خوفناک اور دہشت گردانہ حرکتیں کی ہیں۔ اس قسم کے واقعات نے اسلام کے متعلق غلط تصوّر قائم کیا ہے۔ اس طرح کئی مسلم ممالک میں مسلسل کئی سالوں سے بدنظمی اور دہشت گردی کے واقعات رونما ہوئے ہیں اور خانہ جنگی کے حالات پیدا ہوئے اور دونوں اطراف نے طاقت اور اقتدار کے حصول کے لئے بہت خون بہائے اور تباہی مچائی اور لاکھوں افراد ہلاک ہوئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق والسال سے بھی بعض مسلمان دہشتگرد گروپس کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہوئے۔ شاید وہ سمجھتے تھے کہ وہ اسلام کے دفاع کے لئے لڑنے جا رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس قسم کی ظالمانہ کارروائیوں کے وہ مرتکب ہوئے وہ مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات کے منافی ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ اُس مذہب کی تعلیمات سے کلّی طور پر نابلد اور ناآشنا ہیں جس کی طرف منسوب ہونے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے شاید آپ میں سے بعض یہ سوال کرنا چاہیں کہ آغاز اسلام میں جنگیں کیوں کی گئیں؟ حضور انور نے فرمایا کہ مَیں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ابتدائی مسلمانوں نے جارحانہ جنگیں نہیں کیں یا محض علاقوں کو فتح کرنے کے لئے جنگیں نہیں کیں بلکہ وہ خود اپنے مخالفین کی طرف سے مسلسل جبر اور ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور کئی سال تک ان ظلموں کا نشانہ بنے رہنے کے بعد بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دفاع کی اجازت دی۔

حضور انور نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جہاں اس دفاعی جنگ کی اجازت کا ذکر کیا گیا وہاں بڑی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اجازت مذہبی آزادی کے عالمی اصول کے تحت دی گئی ہے نہ کہ صرف اسلام کے دفاع کے لئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر اپنے دفاع کی یہ اجازت نہ دی جاتی تو چرچ اور مندر اور یہودیوں کی عبادتگاہیں اور دیگر مذاہب کی عبادتگاہیں اور مسجدیں بھی شدید خطرات میں ہوتیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے مسلمانوں کو تمام مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کے لئے کھڑے ہونے کی تعلیم دی اور مذہبی آزادی اسلام کا قائم کردہ ایک بنیادی حق اور عقیدہ ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس لئے اگر آپ میں سے کسی کو یہ خوف ہو کہ یہ مسجد انتہا پسند اور ظالم لوگوں کا مرکز بنے گی تو میں آپ کو آغاز میں ہی یہ یقین دلاتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ہمارا مذہب لوگوں کو محبت اور باہمی گفت و شنید کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے، نہ کہ کسی جبر اور خوف کے ذریعہ۔ اسلام ہر قسم کی انتہا پسندی اور دہشت کو مسترد کرتا ہے۔ اس بارہ میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو جس خدا کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی پہلی سورت میں ہی بتایا گیا کہ وہ رَبُّ الۡعَالَمِیۡن ہے۔ جس کا مطلب ہے

کہ وہ تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا اور ان کی ضروریات کے سامان مہیا کرنے والا ہے۔ اس لئے جب ایک مسلمان اس عظیم ہستی کے سامنے جھکتا ہے جو تمام بنی نوع انسان کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے جو تخلیق کا منبع ہے تو اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو کوئی تکلیف پہنچائے خواہ وہ اس کی اپنی جماعت سے ہو یا نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ رَبُّ الْعَالَمِیْن جس کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ سب کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے خواہ کوئی عیسائی ہو، یہودی ہو، مسلمان ہو، سکھ ہو، ہندو ہو یا کسی بھی دوسرے مذہب یا عقیدہ سے تعلق رکھتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ پختہ اعتقاد ہے کہ وہ ان کی بھی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے جو اس کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ جب کہ یہ ہمارے اعتقاد کی حقیقت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مسلمان جو رَبُّ الْعَالَمِیْن کی حقیقی عبادت کا دعویٰ کرتا ہے وہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا تصور بھی کر سکے۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس ایک حقیقی مسجد جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی ہے وہ محبت اور ہمدردی اور ہم آہنگی کا مرکز ہوتی ہے۔ وہ وحدت کی علامت ہوتی ہے اور ماحول میں امن کی اشاعت کا مرکز ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی مسجدوں کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں وہاں لازمی قرار دیا گیا ہے کہ مسجدوں میں آنے والے اپنے اپنے دلوں کو پاک کریں اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے سب اکھٹے ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کی ساتویں سورت کی 32 ویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے لباس اور عمل میں طہارت کے بعد کسی کو مسجد میں داخل ہونا چاہئے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر صفائی کا تقاضا انسان کو غلط حرکتوں اور بدیوں اور دوسرے خطرناک اثرات سے بچانے کے لئے ہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ بات پیش نظر رکھنے والی ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف مسلمانوں کو ہی مخاطب نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے یَا بَنِیْٓ آدَمَ۔ یعنی تمام بنی آدم کو خطاب فرمایا ہے اور تمام لوگ خواہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں آنے کی دعوت دی ہے۔ اس لئے اسلامی مساجد کا یہ بنیادی اصول ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مسجدوں میں داخل ہونے سے روکنے کو بہت بڑا ظلم اور ناانصافی قرار دیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم احمدی پاکستان میں اس ظلم کا نشانہ ہیں جہاں ملکی قانون ہمیں آزادی کے ساتھ مساجد میں داخل ہونے اور اپنے عقیدہ کے بنیادی ارکان پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔

کئی دہائیوں سے اس ظلم وستم کو مسلسل سہنے کی وجہ سے ہم وہ لوگ ہیں جو مذہبی آزادی کی اہمیت اور قدر و قیمت کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں ہم والسال کے رہنے والوں کی طرف سے اس مسجد کی تعمیر کی اجازت کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے آپ کی فراخ دلی اور انسانی قدروں کی ایک شہادت تصور کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ میں نے قرآنی تعلیمات کا ذکر کیا ہے اور اب میں بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کا ذکر کرتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر بنی نوع انسان کو وحدت کی لڑی میں پرونے کے لئے کوشاں رہے اور مختلف قبائل اور مختلف عقائد رکھنے والوں کے درمیان روابط کو قائم کرنے کی سعی فرماتے رہے۔ آپ ہمیشہ ان کے درمیان باہمی گفت وشنید اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے کی تعلیم دیتے رہے۔ مثال کے طور پر ایک موقع پر عرب کے علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مدینہ آیا جہاں حضور اکرمؐ رہائش پذیر تھے۔ کچھ دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ وفد کے اراکین کچھ بے چین ہیں۔ اس کی وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا ہے اور اپنی عبادت کے لئے انہیں کوئی جگہ نہیں مل رہی۔ اس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کے لئے مذہبی رواداری کا ایک لافانی نمونہ قائم فرمایا۔ آپ نے ان عیسائیوں کو عبادت کے لئے اپنی مسجد پیش کی کہ وہ اس میں اپنے طریق اور عقیدہ کے مطابق عبادت کریں۔ اس کی روشنی میں مَیں ایک دفعہ پھر یہ کہتا ہوں کہ حقیقی مساجد خدائے واحد کی عبادت کرنے والے تمام لوگوں کے لئے کھلی ہیں۔ اس لئے احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے بنائی جانے والی تمام مساجد خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصّہ میں تعمیر ہوں ان کے دروازے تمام مذاہب اور عقیدوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ قرآن کریم نے تمام نوع انسان کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور دنیا میں امن کو پھیلانے کے لئے ایک اور لافانی اور نہایت اہم اصول بیان فرمایا ہے جو یہ ہے کہ مختلف عقائد اور مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو باہمی اختلافات پر توجہ مرکوز نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کی بجائے ان باتوں پر زور دینا چاہئے جو اُن میں وحدت اور اتحاد کو پیدا کرنے والی ہیں۔ اور مذہبی لوگوں کے لئے وہ قدرِ مشترک ہستی باری تعالیٰ ہے جو انہیں ایک نقطہ پر متحد کرتی ہے۔ اس لئے یہ بات خوب واضح ہو جانی چاہئے کہ ایک حقیقی مسجد کبھی بھی کسی قسم کی منافرت اور انتہا پسندی کے ساتھ منسلک نہیں ہو سکتی یا ایسی جگہ جہاں پر لوگ کسی قسم کی فساد انگیزی کریں۔ بلکہ حقیقی مساجد تو خدا تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ لوگوں کو متحد کرنے اور انسانیت کی خدمت اور معاشرہ میں ہم آہنگی اور امن کے پھیلاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ احمدیہ مسلم جماعت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی ہم مسجد بناتے ہیں تو مقامی افراد خود یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جہاں احمدی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں وہیں وہ اپنی ہمسایہ کمیونٹیز میں اور عام طور پر سوسائٹی میں امن کی تشہیر اور ان کی خدمت کے لئے بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ وہ اسلامی تعلیمات کا حقیقی خلاصہ ہے جسے بانی جماعت احمدیہ مسلمہ نے اپنی بہت سی تحریرات اور ملفوظات میں بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کے مطابق مذہب اسلام کے دو حصے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی تعلیم کے دو بڑے مقاصد ہیں۔ پہلا یہ کہ خدائے واحد کو پہچانا جائے جو ہمہ وقت موجود ہے اور اس سے محبت کی جائے اور خالص اطاعت کے ساتھ اس کے لئے وقف کیا جائے جیسے کہ اس کی محبت اور اطاعت کا تقاضا ہے۔

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ

دوسرا مقصد یہ ہے کہ خدا کی مخلوق سے سچی ہمدردی کی جائے۔ تمام لوگوں کو اپنی تمام طاقتیں اور استعدادیں خدا کی مخلوق کی خدمت میں صرف کرنی چاہئیں اور بادشاہوں سے لے کر عام لوگوں تک ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے باوجود اس کے کہ ہم امن پسند اور قانون کی پابندی کرنے والے لوگ ہیں ہمیں بعض ممالک میں مسجدیں بنانے کے حق سے محروم کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم اس شہر میں مسجد کی تعمیر کی اجازت ملنے کو یہاں کے لوگوں کا ایک بہت بڑا احسان سمجھتے ہیں۔ اس نے ثابت کر دیا ہے کہ والسال کے لوگ اور اس کے اردگرد کی کمیونٹیز ایسے لوگ ہیں جو مختلف کمیونٹیز اور عقائد رکھنے والوں کے لئے کھلے دل رکھتے ہیں۔ ہم اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کریں گے اور اس بات کو اپنا ایک مذہبی فریضہ سمجھیں گے کہ اس کمیونٹی کے لوگوں کا خیال رکھیں۔ وطن سے وفادار رہیں اور اس کی خدمت کے لئے اور جب بھی اور جہاں بھی اس کو مدد کی ضرورت پڑے ہر قسم کی مدد کے لئے ہمیشہ مستعد رہیں۔

علاوہ ازیں ہم نہ صرف ان لوگوں کی مدد کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری مدد کریں بلکہ دوسروں کو ریلیف دینا اور نوع انسان کی جسمانی اور ذہنی تکلیفوں کو دور کرنا ہمارا مشن ہے اور ہمارے مذہب کا جُزو لا ینفک ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مثال کے طور پر افریقہ میں بلا لحاظ مذہب وعقیدہ ہم نے سکول اور ہسپتال بنائے ہیں جو تعلیم دے رہے ہیں اور مقامی لوگوں کو صحت کی سہولتیں مہیا کر رہے ہیں۔ اسی طرح ایسی کمیونٹیز میں جہاں روشنی کا کوئی بھی انتظام نہیں تھا ہم نے

شمسی توانائی کے پینلز (Panels) کے ذریعہ بجلی مہیا کرر ہے ہیں۔ اسی طرح افریقہ میں پانی کے بحران پر قابو پانے کے لئے مختلف مقامات پر واٹر پمپ لگا کر اور پینے کا صاف پانی مہیا کر کے دُور دراز کے دیہات میں انہیں یہ سہولت مہیا کرر ہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ افریقہ میں پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جہاں روز عورتیں اور بچے اپنے سروں پر برتن رکھ کر میلوں پیدل چلتے ہیں تا کہ اپنی فیملیز کے لئے پانی لا سکیں۔ اگر چہ وہ پانی جس کے حصول کے لئے وہ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں وہ بیکٹیریا کی وجہ سے گندہ ہوتا ہے اور کئی بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے جب ایسے محروم لوگ اچانک صاف اور محفوظ پانی اپنے گھروں کے پاس پاتے ہیں تو اس طرح خوشی مناتے ہیں گویا انہیں دنیا جہان کا خزانہ مل گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جب پہلی دفعہ پانی کی ٹونٹی سے پانی بہتا دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں پر ظاہر ہونے والی غیر معمولی خوشی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان پر کوئی احسان کرر ہے ہیں بلکہ ہمیں اس بات کا موقع دے کر کہ ہم ان کی مدد کرسکیں وہ ہم سے احسان کا سلوک کر رہے ہیں۔ یہ حقیقی اسلام ہے۔ یہ مذہب ہمدردی اور حُسنِ سلوک کا مذہب ہے اور ایسا مذہب ہے جو ناانصافی اور تفریق کی دیواروں کو محبت اور انسانیت کی طاقت سے گرانے والا ہے۔ اس لئے ہم کسی شخص، تنظیم یا قوم سے ان خدمات پر تعریف کے طلب گار نہیں ہیں۔ ہم صرف اپنے خالق اللہ کے اجر کے طالب ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اگر اسلام کی تعلیمات کو ایک سادہ جملہ میں ادا کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ اور یہی وہ دو تقاضے ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے ہماری تمام مساجد تعمیر ہوتی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جبکہ اس مسجد کا افتتاح ہو چکا ہے میں امید رکھتا ہوں اور مقامی احمدیہ جماعت کے افراد سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ نہ صرف اس مسجد میں خدا کی عبادت کا حق ادا کریں گے بلکہ لوکل کمیونٹی کی خدمت کے لئے اپنی کوششوں کو مسلسل بڑھاتے چلے جائیں گے اور بہترین شہری اور بہترین ہمسائے ہونے کا ثبوت دیں گے۔ اللہ ان سب کو اس کی توفیق عطا بخشے۔

آخر پر حضور انور نے فرمایا میں دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کرتا ہوں کہ یہ مسجد سارے علاقہ کے لئے روشنی کی قندیل ہو اور باہمی اتفاق والی اور امن کا ایک نشان ہو۔ آخر میں ایک دفعہ پھر میں آپ سب کا جو آج کی شام ہمارے ساتھ یہاں شامل ہیں مخلصانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کسی کے دل میں اس مسجد کے بارہ میں کوئی اندیشے تھے تو وہ دور ہو گئے ہوں گے۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

حضور انور کے خطاب کے بعد تمام حاضرین نے عشائیہ میں شرکت کی۔ عشائیہ کے بعد کئی مہمانوں نے حضور انور سے فرداً فرداً ملاقات کی اور مسجد کی تعمیر پر مبارکباد دی اور حضور انور کے خطاب پر اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔

حضور انور نے رات بیت المقیت سے ملحقہ مشن ہاؤس میں ہی قیام فرمایا۔ صبح فجر کی نماز پر کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے۔ بعد ازاں قبل دوپہر حضور انور والسال سے روانہ ہو کر نوٹنگھم تشریف لے گئے جہاں حضور انور نے ایک اور مسجد کا افتتاح فرمایا۔ (اس کی رپورٹ الگ شائع کی جائے گی۔ انشاءاللہ)

☆...☆...☆

دعا دعا جلسے

مسیح پاک کا احساں دعا دعا جلسے
برائے ذکر الٰہی و مصطفیٰؐ جلسے
پھلوں سے لد گیا زندہ شجر مسیحا کا
کہ سلسلے کا دکھاتے ہیں ارتقاء جلسے
قرآن ، نظمیں ، تقاریر ، نور کی بارش
ہیں راہِ حق کے مسافر کے رہنما جلسے
یہ سلسبیل رہے جاری علم و عرفاں کی
سماعتوں کے لئے شہد کا مزا جلسے
ہے کتنا برکتوں والا یہ رزق لنگر کا
ہماری روح کی اور جسم کی غذا جلسے
یہ ننھے ساقی لئے آبگینے گھومتے ہیں
بہت ہی لگتے ہیں بچوں سے خوش نما جلسے
خدا کے ہاتھ کا پودا جہاں میں پھیل گیا
تمام دنیا میں ہوتے ہیں جا بجا جلسے
ہر ایک عمر کے اور رنگ ونسل کے احباب
بڑے ہی چاؤ سے کہتے ہیں مرحبا جلسے
نہیں نظیر کہیں ایسے اجتماعوں کی
وہ کم نصیب ہیں جن کو ہیں ناروا جلسے

(امۃ الباری ناصر)

مسجد فضل لندن میں بچوں کی تقاریب آمین

13 اگست 2018ء بروز سوموار بعد از نماز ظہر و عصر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں ایک تقریب آمین مسجد فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ جن میں بچوں اور بچیوں نے باری باری حضور انور کے قرب میں بیٹھ کر قرآن مجید کی ایک ایک آیت یا اس کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ تقاریب کے آخر میں حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی جس میں بچوں اور بچیوں کے علاوہ سب احباب (اور نصرت ہال میں موجود خواتین) نے بھی شمولیت کی۔ اللہ تعالیٰ یہ تقریبات آمین تمام شاملین بچوں اور بچیوں اور ان کے والدین کے لئے بہت بابرکت فرمائے۔

(عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

... ...

13/اگست 2018 بروز سوموار

تقریب میں شامل ہونے والے خوش قسمت بچوں اور بچیوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:

لڑکے

عطاء الوہاب یعقوب (Carshalton)
محمد ابراہیم (Wallington)
منہال جمیل (Manchester)
صفوان احمد (Raynes Park)
مزار یان احمد (Jamia UK)
ظافر محمود (Aldershot)
زنیر خالد (Kingston)
رغیب احمد (Carshalton)
کاشف وحید (Wimbledon)
ریحان ناصر (Putney Heath)
خاقان احمد راجپوت (Morden)
فاران احمد ناصر (Upper Mitcham)
کاشان دلشیر (Cheam)
اطہر نعیم (Guilford)
حاشر احمد (Streatham)

لڑکیاں

ھبۃ النور (Manchester West)
یُسریٰ رانا (Morden)
اشفع نور (Glasgow)
ھبۃ الہادی عطا (Croydon)
بشریٰ صدف (New Malden)
صوفیہ ظہیر (London)
فریحہ محمود (Croydon)
ملیحہ احمد (Hartlepool)
صالحہ احمد (Canada)
ملیحہ محمود (Roehampton)
ناعمہ آفتاب (Roehampton)
کرشمہ انور (Peterborough)
ھبۃ العلیم (Cardiff)
ماریہ یاسر (New Ham)
زویا جواد بٹ (Milton Keynes)
تاشفہ شہزاد (Tooting)

☆...☆...☆

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

Morden Motor(UK)
Specialists in
Electrical &
Mechanical
Repairs & Diagnostics, Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road, Unit 2 Morden SM4 5JF
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز
میاں حنیف احمد کامران
ربوہ 0092 47 6212515
28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

بقیہ: رپورٹ جلسہ سالانہ از صفحہ نمبر 20

حفاظت میں مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ مکہ والوں کو جلد ہی نبی اکرم ﷺ کے مکہ چھوڑنے کا علم ہو گیا۔ چنانچہ صبح ہی ماہر کھوجی آپؐ کی تلاش میں لگا دیے گئے اور بہت سے انعام و اکرام کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور میں پناہ گزین ہوئے۔ ماہر کھوجی اہلِ مکّہ کو اس غار کے دہانے تک لے آیا۔ قدموں کی چاپ اور دشمن کی باہم گفتگو کو سنتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ دشمن نے ہمیں پالیا! اس پر صبر اور استقامت اور اپنے مولیٰ پر کامل توکّل رکھنے والے افضل الرّسل محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہر لحاظ سے اپنے ساتھی کو تسلّی دینے لگے۔ چنانچہ چند ہی دن میں حضرت نبی اکرم ﷺ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔

مقرّر موصوف نے اس حوالہ سے حضور اکرمؐ کی سیرت کے کئی واقعات کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیش کردہ خراجِ تحسین بھی بیان کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکّار کا کام نہیں۔‘‘

(براہینِ احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 108-109)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں کہ

’’واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدّتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔‘‘ (براہینِ احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 111-112)

مقرر موصوف نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی مبارک ذات کو سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مکہ والوں نے مکی دور اور مدنی دور میں نبی اکرم ﷺ کو اذیّت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ لیکن وہی پاک نبی ﷺ جب ایک فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو صبر و استقامت کا بے مثال نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے اور اپنے پیروکاروں پر ہونے والے تمام ظلم اور زیادتیوں کو یکسر بھلا کر تمام دشمنوں اور تمام مجرموں کو معاف فرما دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں کہ:

’’اور جو نبوّت کی علّتِ غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔‘‘ (براہینِ احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 113)

... ...

بعد ازاں محترم صدر صاحب اجلاس نے مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن ربوہ کو اردو تقریر بعنوان ’’**بچوں کی نیک تربیت میں والدین کا کردار**‘‘ پیش کرنے کے لئے دعوت دی۔

مقرّر موصوف نے قرآنِ کریم، احادیث و سنّت نبوی ﷺ، ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے کرام نیز مختلف واقعات کے تناظر میں دورِ حاضر میں اسلامی نقوش پر چلتے ہوئے بچوں کی پرورش کرنے کے لئے والدین کے اہم اور ناقابلِ فراموش کردار پر روشنی ڈالی۔

(اس تقریر کا مکمّل متن الفضل انٹرنیشنل کے گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔)

... ...

بعد ازاں مکرم بلال محمود صاحب (یُوکے) نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ منظوم کلام

نُور فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

میں سے بعض منتخب اشعار ترنّم کے ساتھ پڑھے۔

... ...

بعد ازاں مکرم صدر صاحب اجلاس نے محترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایّاز صاحب چیئرمین ہیومن رائٹس کمیٹی۔ یُوکے کو اس اجلاس کی تیسری اور آخری تقریر ’’**قرآن کریم کا پیدا کردہ روحانی انقلاب**‘‘ (انگریزی) پیش کرنے کی دعوت دی۔

مقرر موصوف نے تشہد و تعوّذ اور تسمیہ کے بعد سورۃ ابراھیم کی دوسری آیت کا کچھ حصہ تلاوت کیا جس کا ترجمہ یوں ہے ’’مَیں اللہ دیکھنے والا ہوں۔ (یہ) ایک کتاب ہے جسے ہم نے تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تُو تمام لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظُلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے آئے۔‘‘ (ابراھیم 2)

مقرّر موصوف نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر اپنی آخری کتاب قرآنِ کریم کو نازل فرمایا۔ قرآنِ کریم واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ پھر یہی کتاب ہے جس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ دنیا کے تمام لوگوں سے خواہ ان کا تعلق کسی رنگ نسل قوم یا کسی بھی زمانہ سے ہو مخاطب ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم ہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء سچے ہیں اور ان کی کتابیں ان کے دور میں لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا موجب بنیں۔

مقرر موصوف نے نبی اکریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کی حالت اور قرآنِ کریم کے ذریعہ ان کی روحانی و دنیوی تعلیم و ترقی کا ذکر کیا کہ ہر قسم کی برائی میں پڑے عرب ایسے ہو گئے کہ راتیں اپنے رب کے حضور قیام و سجود میں گزارتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصومؐ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدّل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالامال ہو گئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں کھو گئے۔ ... یہ خدائے قادر مطلق حیّ قیّوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی‘‘۔ (ماخوذ از سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد دوم صفحہ 77، 78)

قرآنِ کریم سے پیدا ہونے والے روحانی انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے مقرر موصوف نے تاریخ اسلام سے چنیدہ واقعات پیش کئے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ کا واقعہ قبولِ اسلام بیان کیا کہ کس طرح وہ قرآنِ کریم کے الفاظ کو سن کر موم ہو گئے اور ہدایت نے ان کے دل میں گھر کر لیا۔ اسی طرح تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنیؓ بھی قرآنِ کریم کو سن کر اسلام لائے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس لوٹے تو ان کے ساتھ کچھ مسیحی غلام بھی تھے۔ انہوں نے جب نبی اکرم ﷺ کو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ اسلام لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا حبشہ جانے کے بعد وہ اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ تو نہیں جائیں گے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔

مقرر موصوف نے کہا کہ تاریخ اسلام میں ہمیں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی برکت سے اندھیروں میں پڑی روحیں آستانۂ الٰہیہ پر بہہ نکلیں اور روحانی نور سے سرفراز ہوئیں۔

اس کے بعد مقرر موصوف نے معاشرہ میں برابری، امن اور انصاف کے قیام کے بارہ میں قرآنِ کریم کی بے مثال خدمات کا تذکرہ کیا۔ مقرر موصوف نے کہا کہ قرآن وہ واحد کتاب ہے جو حقیقی طور پر انسانیت کے حقوق پر زور دیتی اور معاشرہ میں ایک فرد کے بنیادی انسانی حقوق اور پھر حکمرانوں کو حکمرانی کے درست اصول سکھاتی ہے۔

منتخب اشعار از کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(درج ذیل اشعار جلسہ سالانہ یُوکے 2018ء کے موقع پر دوسرے روز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زیر صدارت منعقدہ لجنہ کے اجلاس میں پڑھے گئے)

جمال و حُسن قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فِکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے۔ نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لؤلوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے
ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جَہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

قرآنِ کریم پہلی کتاب ہے جس نے عورتوں کے حقوق تسلیم کرکے بہترین اصول وضع فرمائے۔ اعمال کے اجر کے حصول میں عورتوں کو مردوں کے برابر قرار دیا۔ اسلام سے قبل عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کی دو بیٹیاں ہوں وہ انہیں پال پوس کر بڑا کرے اور انہیں تعلیم کے زیور سے مالامال کردے تو اللہ اس کے لئے جنّت میں گھر بنا دے گا۔ اسلام کے ظہور سے پہلے عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا کیونکہ عورت خود بطور وراثت کے تقسیم ہو جاتی تھی۔ اسلام نے وراثت میں عورت کے حقوق قائم فرمائے اور اسے خودمختار کیا۔ اور اسے گھر کی 'مالکہ' قرار دے کر اس کے وقار میں اضافہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی عزتوں کو قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ 'تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والا ہو، اور میں تم سب میں اپنی بیویوں سے سب سے زیادہ حسنِ سلوک کرنے والا ہوں'۔

قرآنِ کریم نے آج سے چودہ سو سال قبل بیکس اور بےسہارا عورت کو وہ حقوق دے دیے جنہیں آج ترقی یافتہ دور کا انسان عورت کو مہیا کرنے پر فخر کر رہا ہے۔ حضرت نوّاب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے کیا خوب اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں بیان فرمایا:

''وہ رحمتِ عالَم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے''

(درِعدن زیرِ نظم 'رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی')

اسلام معاشرہ میں مذہبی تفرقہ کو ختم کرنے کے لئے زرّیں اصول پیش کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو باہم ایسی اقدار پر جمع ہو جانا چاہئے جو سب میں باہم مشترک ہوں۔ چنانچہ 'میثاقِ مدینہ' قرآنِ کریم کے اس حکم کی عملی تصویر بن کر ابھرا۔ قرآنِ کریم واضح طور پر فرماتا ہے کہ 'دین میں کوئی جبر نہیں' (البقرۃ 257)۔ اسی طرح قرآن تمام مذاہب کی تعلیمات اور ان کے بزرگان و انبیائے کرام کے احترام کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ میثاقِ مدینہ کے بعد اسلامی سلطنت میں یہودی، مسیحی اور بت پرست یکساں حقوق کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ یہ صفحہ ہستی پر وہ پہلی اسلامی ریاست تھی جس میں انسانی حقوق، مذہبی آزادی اور آزادئ ضمیر کی ضمانت دی گئی تھی۔ ہر ایک کو اس کی معاشی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے مطابق حقوق دیئے گئے اور ایک پُرامن اور بےمثال سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔

پھر ہم نجران کے مسیحیوں کے ساتھ ہونے والے معاہدہ کو دیکھیں تو اس کی شرائط میں بھی تمام مذہبی سکالرز، ربّیوں اور عبادت گاہوں اور ان عبادت گاہوں میں رہنے والوں کو خدا اور اس کے رسول کا تحفظ حاصل ہوا، یہ بھی طے پایا کہ کوئی عیسائی پادری یا یہودی ربِّی اپنے عہدہ سے بھی نہیں ہٹایا جائے گا۔

مقرر موصوف نے اپنی تقریر کو آگے بڑھاتے ہوئے سورۃ المائدہ کی آیت 9 کو پڑھا جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے ''اے ایماندارو! تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے لئے ایستادہ ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔'' (المائدہ 9)۔ مقرر موصوف نے کہا کہ یہ آیتِ کریمہ انصاف کے اعلیٰ ترین معیار دنیا کے سامنے رکھتی ہے۔ اس آیت کے مطابق ایک مسلمان اسلام کے نام پر کسی پر ظلم نہیں کرسکتا، کسی سے ناانصافی نہیں کرسکتا۔ اور دوسری جانب جو لوگ اسلام کی تعلیمات پر انگلی اٹھاتے ہیں ان کے لئے یہی آیت ایک مسکت جواب ہے کہ جو مذہب انصاف کی ایسی تعلیم دے رہا ہے کیا وہ کسی پر ظلم کرنے کا اشارہ بھی دے سکتا ہے!

مقرر موصوف نے سیرت النبی ﷺ سے وہ خوبصورت واقعہ پیش کیا جس میں نبی اکرم ﷺ نے ایک بااثر گھرانے کی خاتون کے خلاف فیصلہ سنا دیا اور اس کے حق میں ایک بہت قریبی صحابی کی سفارش بھی قبول نہ فرمائی۔

مقرر موصوف نے حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یارک یونیورسٹی اونٹاریو میں دیئے جانے والے لیکچر سے ایک اقتباس پیش کیا جس میں حضورِ انور نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث 'تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے' کی روشنی میں اسلام کی خوبصورت اور امن قائم کرنے والی تعلیمات دنیا کے سامنے رکھیں۔

مقرر موصوف نے بعض مشہور غیر مسلم مصنفین کے اقتباسات پیش کئے جن میں قرآنِ کریم اور اسلام کی تعلیمات کو سراہا گیا تھا۔

مقرر موصوف نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام دشمنوں کو معاف فرما کر دنیا میں ایک ایسی مثال قائم فرمادی جس کی نظیر نہ اس سے پہلے کبھی موجود تھی اور نہ شاید آئندہ ایسا کبھی ہوگا۔

مقرر موصوف نے اس کے بعد اکیسویں صدی میں ہونے والی ایجادات کا واضح تذکرہ قرآنِ کریم سے پیش فرما کر قرآنی پیشگوئیوں کے سچا ہونے کی گواہی پیش کی۔ اس میں پہاڑوں کا چلایا جانا، اونٹنیوں کا سفر کے لئے استعمال میں نہ رہنا، باہمی ملاقاتوں اور رسل و رسائل میں سہولتوں کا پیدا ہو جانا، کتب اور پرنٹنگ سے متعلق چیزوں کا تیزی سے چھپنا اور پھر پھیلنا، وغیرہ شامل ہیں۔

مقرر موصوف نے جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ سو سے زائد زبانوں میں قرآنِ کریم کی منتخب آیات کا ترجمہ شائع کرکے اسے پھیلانے کا ذکر کرتے ہوئے اسے بھی روحانی انقلاب کا ایک ذریعہ قرار دیا۔

مقرر موصوف نے کہا کہ آج ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دنیا بھر میں قرآنِ کریم کی بےمثال تعلیمات پر مبنی اپنے لیکچرز کے ذریعے امن کے اسلامی پیغام اور اسلامی تعلیمات کو پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تقاریر میں ذکر ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کی روشنی میں دنیا میں معاشی، معاشرتی اور سماجی امن اور باہمی ہم آہنگی کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے۔ کس طرح دنیا ان تعلیمات کو نظرانداز کرکے جنگِ عظیم سوم کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اور کس طرح دنیا قرآن کریم کی بتائی گئی تعلیمات پر عمل کرکے تباہی سے بچ سکتی ہے۔ حضورِ انور یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جماعت احمدیہ مسلمہ قرآنی تعلیمات کے پیشِ نظر اس ماٹو کو اپنائے ہوئے ہے کہ 'محبّت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں'۔

مقرر موصوف نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زرّیں ارشادات پر اپنی تقریر کا اختتام کیا جس میں قرآنِ کریم کی اہمیت و برکات بیان کی گئی تھیں۔

اپنی تقریر کے اختتام پر مقرر موصوف نے کہا کہ ہم سب کو مل کر خلافتِ احمدیہ کے عروۃِ وثقیٰ کو تھامے رکھنا چاہئے تا کہ ہم سب مل کر قرآنِ کریم کی تعلیمات سے شروع ہونے والے انقلاب کے ذریعہ دنیا میں حقیقی اسلام کے غلبہ کی صورت میں اسی قرآنی انقلاب کی تکمیل کے شاہد ہوں۔

....

اس کے بعد مکرم آصف چغتائی صاحب یُو کے نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ منظوم کلام

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو! جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

میں سے بعض منتخب اشعار پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

مردانہ جلسہ گاہ میں پڑھی جانے والی اس نظم کے ساتھ یہ اجلاس 12 بجکر تین منٹ پر اپنے اختتام کو پہنچا۔

....

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جلسہ گاہ مستورات میں آمد

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 12 بجکر 4 منٹ پر زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ مستورات نے نعروں سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا۔ کرسئ صدارت پر رونق افروز کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سب کو 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کا تحفہ پیش کیا۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز حسب روایت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور خواتین سے براہ راست خطاب فرماتے ہیں۔ اس اجلاس میں حضرت بیگم صاحبہ مدّ ظلہا العالی بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ موجود ہوتی ہیں۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرمہ قرۃ العین طاہر صاحبہ نے سورۃ الاحزاب کی آیات 36 اور 37 کی تلاوت کی اور ساتھ ہی ان آیات کریمہ کا اردو ترجمہ تفسیر صغیر سے پیش کیا۔

اس کے بعد محترمہ لبنیٰ وحید صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام فضائل قرآن مجید سے بعض منتخب اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

تعلیمی میدان میں اعزاز پانے والی طالبات میں تقسیم اسناد و میڈلز

بعد ازاں سیکرٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے رپورٹ پیش کی اور پھر تعلیمی میدان میں مختلف اعزاز پانے والی طالبات کے اسماء باری باری پکارے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کو اپنے دستِ مبارک سے اسناد عطا فرمائیں جبکہ حضرت بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی نے ان طالبات کو میڈلز پہنائے۔ جن 95/ طالبات نے اسناد اور میڈلز حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

Female GCSE

Ref	Name	Jama'at	Qualification
1	Natasha Syed	Hounslow South	1 Grade9, 8 A*'s1 A
2	Naaima Arooj Amini	Bradford North	2 Grade9, 6 A*'s2 A's
3	Kainat Arshad	Glasgow	7 A's1 B in Scottish National 5 exams
4	Sufia Eman Ahmed	Glasgow	8 A's in Scottish National 5 exams
5	Hiba Tu Noor	Burton on Trent	1 Grade9, 7 A*s and 3 As
6	Natasha Sami Carmichael	Birmingham West	11 A* and Distinction in Advanced Maths
7	Kafia Ahmad	Thornton Heath	2 Grade9, 4 A*'s5 A's
8	Jaziba Ahmed	Southmead	2 Grade9, 1 A* distinction, 8 A*s3 A's
9	Fariyah Khalid	Sheffield	2 Grade9, 5 A*s, 2 A's1 Distinction*
10	Alisha Hafsa Khan	Lower Morden	1 Grade9, 5 A*s, 4 A's
11	Afia Haider	Barking Dagenham	1 Grade9, 6 A*s, 2 A's, 1 BTEC Distinction*
12	Safa Noor Ahmad	Deer Park	6 A*s4 A's
13	Marwa Saboor Ahmad	Deer Park	8 A*s3 A's
14	Zunaira Khan	Merton Park	2 Grade9, 8 A*s1 A
15	Lubna Latif	Scunthorpe	1 Grade9, 9 A*s1 A
16	Sawaira Waqas	Worcester Park	3 Grade9, 8 A*s1 A
17	Ghibtah Noreen Ahsan	Scunthorpe	3 Grade9, 6 A*s2 A

41	Shamaila Naeem	Hounslow South	Master of Science with Distinction, Biomedical Sciences, Hasselt University Belgium
42	Misbah Batool	Reading	Master of Business Administration with Distinction, The University of Surrey
43	Ghazala Abbasi	Cheam	Master of Science with Distinction, Clinical Neuroscience, Roehampton University,Top 2 in cohort
44	Malahat Khaula Safeer	Sutton	Masters of International Public Health with Distinction, The University of Queensland, Australia
45	Dr Hibbah Araba Saeed Osei Kwasi	Sheffield	PhD in Public Health Nutrition
46	Dr Shams-Un-Nisa Naveed	Leicester	PhD in Respiratory Medicine and Therapeutics, University of Nottingham

Female International

No	Name	Jama'at	Qualification
47	Nasreena Lone	South Korea	PhD in Applied Chemistry, Kyungpook National University, South Korea
48	Sadaf Hafeez Soodhary	Mauritius	Masters with Distinction in International Comparative Education, Open University of Mauritius Stockholm University
49	Rehana Ul Haq	Denmark	Masters of Arts in History, University of Copenhagen, Denmark
50	Rida Basharat	New Zealand	NCEA Level 3 with Excellent Endorsement
51	Aisha Masood	Australia	Doctor of Medicine, Griffith University, Queensland, Australia
52	Atiyatul Ghalib	Australia	Doctor of Medicine, Griffith University, Queensland, Australia
53	Anna Javed Suleri	Netherlands	Secondary education, 80٪Marks
54	Ghazala Muzafar Arain	Netherlands	V.W.O(A-Level) with A Grade
55	Noor-Us-Sehar Mahboob	Netherlands	Degree Examination in Medicine, Vrjie University, Amsterdam
56	Salma Ahmad Sharma	Nigeria	MSc with Distinction in Psychology Neuroscience of Mental health, Kings College London
57	Modinat Adekoya	Nigeria	Ph.D. in Philosophy, Huazhong Agricultural University, China
58	Dr Basirat Olajumoke Dikko	Nigeria	PhD in Guidance and Counselling,University of Lagos
59	Hibbatul-Haiy Chughtai	Norway	PhD, Pavol Jozef safarik University, Kosice
60	Nudrat Anwar	Norway	A level, 16 A*s and 8 A's
61	Andleeb Anwar	Norway	A level, 18 A*'s and 7 A's
62	Uzma kanwal Dar	Norway	A level, 16 A*s and 7 A's
63	Iram Anwar	Norway	A level, 7 A*s and 12 A's

18	Amtul Kafi Mubashera	Fazl Mosque	3 Grade9, 10 A*s1 A
19	Dania Bushra Chaudhry	Baitul Futuh South	2 Grade9, 8 A*s1 A
20	Namude Sahar Malik	Thornton Heath	3 Grade9, 5 A*s, 4 A's
21	Madiha Komal Rashid	Inner Park	2 Grade9, 4 A*s5 A's

Female A Level

Ref	Name	Jama'at	Qualification
22	Sitwat Mirza	Mosque East	3 A's at A-Level 1 A at AS-Level
23	Hania Buttar	Blackburn	1 A*2 A's at A-Level
24	Zoha Akram	Leicester	2 A*s1 A at A-Level
25	Sophia Saeed	Wolverhampton	3 A's at A-Level 1 A at AS-Level
26	Maaria Qureshi	Cheam	3 A*s at A-Level, A* in Extended Project1 A at AS-Level
27	Khola Aqeel Shah	Lower Morden	1 A*2 A's at A-Level and 2 A's at AS-Level
28	Sara Ahmed	Battersea	1 A*2 A's at A-Level
29	Serena Yasmin Jade Waters	South Cheam	2 A*s1 A at A-Level
30	Shazeen Ahmed Amir	Greenford	2 A*s2 A's at A-Level
31	Khulat Aminah Saqi	New Malden	2 A*s, 1 A at A-Level1 A at AS-Level
32	Tahiya Latif	Kingston	1 A*2 A's at A-Level

Female Degree

Ref	Name	Jama'at	Qualification
33	Maliha Ahmad Khan	Inner Park	Bachelor of Science with 1st class Honours, Human and Medical Science, University of Westminster, Top 2 in Cohort
34	Maria Adeel Butt	Newcastle Upon Tyne	Bachelor of Science with Honours, 1st class, Sports Therapy, Newcastle College,Top in Cohort
35	Amna Farooq	Morden Park	Bachelor of Arts with Honours 1st class, AccountingFinance, London South Bank University,Top 2 in cohort
36	Sumera Ahmed	Battersea	Bachelor of Engineering with Honours 1st class, Medical Engineering, Queen Mary University of London
37	Aysha Ahmad	Slough	Bachelor of Science with Honours, 1st Class, Neuroscience with basic medical sciences, King's College London
38	Sehrish Ahmad Khawaja	Sheffield	Bachelor of Arts with Honours, 1st Class, Education Studies, Sheffield Hallam University,Top 2 in cohort
39	Ghazala Nasir	Morden Park	Bachelor of Science with Honours, 1st Class, Mathematics, University of Surrey
40	Rameeza Bushra Khan	Putney Heath	Bachelor of Arts with Honours, 1st Class, Primary Teaching, Kingston University,Top 2 in cohort

64	Syeda Isha Ahmed	Norway	GCSE 7 A*s7 A's
65	Zoya Smamah Shahid	Norway	GCSE 9 A*s8 A's
66	Alia Ali Ridaal-Nahwi C/O Hibba Tul Rehman AlJabi	Syria	Bachelor of Arts with Honours, 1st Class, Fine Arts and Graphics, Damascus
67	Kholoud Al Jabi C/O Hibba Tul Rehman Aljabi	Syria	Masters of qualification and specialisation, 1st class honours, Popular Heritage, Damascus
68	Noureen Ahmad	Belgium	Masters of Medicine, Catholic University of Belgium
69	Alina Khan	USA	SAT for Highschool Students 99th percentile, GPA 4.0 in High School
70	Shireen Younus	USA	SAT for Highschool Students 99th percentile, GPA 4.0 in High School
71	Saadia Nawal	USA	Bachelor of Science with Hons in Chemistry, 3.83 GPA, Haverford College, Pennsylvania USA
72	Saira Khawas Bhatti	USA	Masters of Arts in SpanishLatin American, 3.94 GPA, American University, Washington USA
73	Aneeqa Farakh	USA	Masters of Health Administration, 3.84 GPA, Hofstra University, New York USA
74	Farwa Jamil	Canada	Grade 12, 94%marks
75	Mnahil Anwar Chaudhry	Canada	Grade 12, 94%marks
76	Mahedah Amjad	Canada	Grade 12, 94%marks
77	Sadia Saeed Awan	Canada	Grade 12, 92%marks
78	Mahnoor Mumtaz	Canada	Grade 12, 92%marks
79	Shamama Tu Shafi	Canada	Grade 12, 90%marks
80	Dania Munawar Chaudhry	Canada	Grade 12, 90%marks
81	Faiza Farooq	Canada	Grade 12, 90%marks
82	Iqra Chaudhry	Canada	Bachelor of Education, 86%marks, Brock University
83	Rida Mansoor Ranjha	Canada	Bachelor of Science with Honours, 85% Marks, University of Toronto
84	Mahwish Ahmed	Canada	Bachelor of Arts with Honours in Visual Studies, 80%Marks, University of Calgary
85	Ayesha Zafar	Canada	Bachelor of Communications in Journalism, 80%marks, Mount Royal University
86	Tahira Malik	Canada	Master in Environmental Studies, 84%Marks, York University
87	Manahil Mahmood Sardar	Pakistan	11 A's in O Level, Cambridge University
88	Ayesha Hamid	Pakistan	BSc Philosophy, 1st Position,Punjab University Lahore
89	Sadaf Salman	Pakistan	BSs Microbiology 3rd position,MSs Microbiology 1st position, Punjab University Lahore Pakistan
90	Sadia Daud	Pakistan	BSc Mathematics 2nd position, Comsat University Pakistan
91	Naima Madiha Bari	Pakistan	BS Social Science, 2nd position, Mphil Anthropology, 1st position, Bahria University Islamabad
92	Nomana Ayesha Majeed	Pakistan	BS Hons in Statistics, 2nd position, Punjab University Lahore
93	Sahir Waseem	Pakistan	Bsc Hons in Business Economics, 1st position, Beacon House National University Pakistan
94	Maria Iram	Pakistan	Masters of Archaeology, 3rd position, Punjab University Lahore
95	Madiha Hamayat	Pakistan	PhD Crop Breeding Genetics,Chinese Academy of Agricultural sciences, China

☆...☆...☆

خطاب حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس کے بعد 12 بجکر 47 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مستورات سے خطاب فرمایا:

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ آج جس زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں اس میں دنیاوی ترقیات نے انسان کو نئی ایجادات کرنے کے مواقع میسّر فرمائے ہیں۔ ان ایجادات میں سے بعض لغو ایجادات ہیں۔ ان ایجادات کے فوائد بھی ہیں لیکن ان کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں۔

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے معرکۃ الآراء خطاب میں قرآنِ کریم، سنّتِ نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں ان ایجادات کے لغو استعمال اور ان کے نقصانات سے اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو بچانے کی تلقین فرمائی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہر عورت جو ماں ہے اور ہر لڑکی جس نے انشاء اللہ تعالیٰ ماں بننا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول میں محض اور محض اپنے فضل سے بچوں کی ایسی تربیت فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ماں اور باپ دونوں بچوں کی اعلیٰ تربیت کے لئے اپنے گھر کے ماحول کو ایسا رکھیں کہ بچے اپنے ماں باپ کو اپنے لئے ایک نمونہ سمجھ کر ان کے قریب ہوں۔

حضورِ انور نے جماعتی اجلاسات میں بچوں کے شمولیت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ

اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ احمدی ماں باپ کا فرض ہے کہ جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں۔ خود بھی شامل ہوں اور بچوں کو بھی اس کی اہمیت بتائیں پھر ان اجلاسوں میں انتظامیہ کا بھی کام ہے کہ بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کریں اور انہیں جماعت کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔ انتظامیہ میں چاہے عورتیں ہیں یا مرد دوسرے کے بچے کو بھی اپنے بچوں کی طرح دیکھنا چاہئے۔ ماں باپ نے جماعتی نظام پر اعتماد کر کے بچے آپ کے پاس بھیجے ہیں تو اس اعتماد پر پورا اتریں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ بچوں کی تربیت کے لئے گھر اور باہر ہمیں من حیث الجماعت کوشش کرنی ہوگی اور کرنی چاہئے تا کہ اگلی نسل کو سنبھال سکیں اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ لڑکوں کی تربیت کے لئے بھی اور لڑکیوں کی تربیت کے لئے بھی یہ ضروری چیز ہے کہ ان میں انصاف قائم رکھا جائے۔ بعض لوگ لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے جہاں لڑکوں میں خودغرضی پیدا ہوتی ہے، خودسری پیدا ہوتی ہے، خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور آخر میں تکبر بھی پیدا ہو جاتا ہے وہاں لڑکیوں میں احساس محرومی پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے وہ پھر بعض اوقات اپنے دوستوں اور سہیلیوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتی ہیں جو آزادی اور لڑکیوں کی اہمیت کے نام پر دین سے دور جانے والی بنا دیتی ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ لڑکیوں کی تربیت کے لحاظ سے اس بات کو بھی سب سے زیادہ اہمیت دیں کہ ان میں حیا کا مادہ زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا ہے۔ مغربی ماحول میں آزادی کے نام پر جو بے حیائی پھیل رہی ہے اور مغربی ماحول جو سر ننگے کروا رہا ہے تو آپ نے دین کے نام پر حیا کو قائم کرتے ہوئے سروں کو ڈھانکنا ہے۔ اور ہوشمند لڑکیوں کو بھی یہ خیال رہنا چاہئے، خود ان کو یہ احساس ہونا چاہئے اس کے لئے ماؤں کے اپنے نمونے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ بچہ تو ماں باپ کی نقل کرتا ہے جیسا کہ میں نے کہا اور لڑکیاں خاص طور ماؤں کی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے اپنے نمونے کی بھی ضرورت ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے والی پیدا ہوتی چلی جائیں۔

اس کے بعد حضورِ انور نے دعا کروائی۔

(خطاب کا مکمل متن الفضل انٹرنیشنل کے کسی آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

....

حضور انور ایدہ للہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب ایک بج کر 45 منٹ پر دعا کے ساتھ ختم ہوا۔ بعد ازاں ناصرات و لجنہ نے مختلف زبانوں میں نظمیں اور ترانے پیش کئے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

....................(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

....

وقت کی اہمیت۔ دینی ودنیاوی نقطۂ نگاہ سے

روزنامہ ’الفضل ربوہ‘‘ 30 جولائی 2012ء میں مکرم ندیم احمد فرخ صاحب کا وقت کی اہمیت کے حوالہ سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

وقت ضائع کرنا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس انسانی خواہش کا ذکر فرماتا ہے کہ: (کیا ممکن ہے کہ) ہمیں پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم جو کچھ (بُرے) عمل کرتے تھے ان کی جگہ دوسرے (نیک) عمل کرنے لگ جائیں۔ (الاعراف:54)

چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

وقت کی قدر و قیمت سمجھنے اور پھر وقت کے ضیاع سے بچنے کا درس ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تُو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’عمر ایسی بے اعتبار اور زندگی ایسی ناپائیدار ہے کہ چھ ماہ اور تین ماہ تک زندہ رہنے کی امید کیسی۔ اتنی بھی امید اور یقین نہیں کہ ایک قدم کے بعد دوسرے قدم اُٹھانے تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔ پھر جب یہ حال ہے کہ موت کی گھڑی کا علم نہیں... تو دانشمند انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہے۔‘‘

مزید فرماتے ہیں: ’’یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب تر کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے ہو!‘‘

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اپنے معمولاتِ دن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ اور پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے، یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ کوئی مشغول اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے، مجھے سخت ناگوار ہے۔ جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا، پینا اور سونا حرام کرلیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئے۔‘‘

یہی حال حضور علیہ السلام کے خلفاء کا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

’’وہ کیا بدقسمت انسان ہے جو اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔‘‘

حضرت مصلح موعودؓ احمدی نوجوانوں کو اپنی عمر سے فائدہ اٹھانے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عُظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایّام نہ ہو

ایک موقع پر فرمایا:

’’وقت نہایت قیمتی چیز ہے جو وقت کو استعمال کرے گا وہی جیتے گا اور جو ضائع کرے گا وہ ہار جائے گا۔‘‘

اسی طرح فرمایا:

’’بیہودہ وقت ضائع کرنا روحانیت کو مارنے والی چیز ہے... ایسا نکمّا آدمی دنیا میں ایک تو بتاؤ جو خدا کا محبوب بن گیا ہو۔ بلکہ ایک ایسا انسان تو محب بھی نہیں بن سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ سے محبت بھی اسے نصیب ہو سکتی ہے جو وقت کی قدر جانتا ہو۔‘‘

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے میرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بد نام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ارشاد ہے: ’’زندگی وقت کے ایک بامقصد مَصرف کا نام ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’میرا جائزہ اور تجربہ یہ ہے کہ جب مصروف آدمی کے سپرد کام کئے جائیں تو وہ ہو جاتے ہیں۔ فارغ وقت والے آدمی کے سپرد کام کئے جائیں تو وہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ فارغ وقت والا وہی ہوتا ہے جس کو اپنے وقت کی قیمت معلوم نہیں ہوتی اور وقت ضائع کرنا اس کی عادت بن چکا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر فارغ وقت آدمی کو پکڑنا ہے تو رفتہ رفتہ اسے مصروف رہنا سکھانا ہوگا اور اس کے لئے بعض دفعہ اس کے مطلب کی چیز اس کے سپرد کی جائے تو رفتہ رفتہ اس کام کی عادت پڑ جاتی ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے:

’’اب سونے کا ٹائم ختم ہو چکا ہے اب تیز دوڑنے کا وقت ہے۔‘‘

مقولہ ہے کہ کچھ لوگ وقت کو ’استعمال‘ کرتے ہیں۔ کچھ ’خرچ‘ کرتے اور کئی لوگ اسے صرف ’گزارتے‘ ہیں۔ پس ’ہارڈ ورک‘ کی بجائے ’سمارٹ ورک‘ کا راستہ منتخب کریں یعنی مسلسل کئی گھنٹے کام کرنے کی بجائے تھوڑے وقت میں زیادہ کام۔ اسی طرح روز کا کام روز کیجئے۔ آج کا جو کام آپ آج نہیں کرتے اُسے ’کل‘ کرنے کے لئے دوگنا اور ’پرسوں‘ کرتے ہوئے تین گنا زیادہ وقت، صلاحیت اور قوت درکار ہوگی۔

کام کو ’آج‘ سے کرنے کی عادت ڈالیں۔ یعنی اگر فیصلہ کرلیں کہ یہ کام میرے لئے ضروری ہے تو اس کے آغاز کے لئے موزوں وقت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہ رہیں بلکہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا قدم اسی وقت اٹھالیں۔

چونکہ وقت ایک انتہائی قیمتی سرمایہ ہے اس لئے کچھ لٹیروں کی ہر وقت آپ کے قیمتی سرمائے پر نظر رہتی ہے۔ ان سے اپنے سرمائے کو محفوظ رکھیں۔ مثلاً ٹی وی دیکھنا، کمپیوٹر اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے ریلیکس ہو جانا۔ ترجیحات کے انتخاب میں ہم بہرحال آزاد ہیں۔

یاد رکھیں ہمیشہ وہی اقوام اور وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے وقت کے پابند ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو دیکھ کر اپنی گھڑیاں درست کرتے ہیں۔ انہی کامیاب لوگوں میں سے ایک چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب ہیں۔ چنانچہ محترم سید یاور علی صاحب اقوام متحدہ میں پاکستان کے سابق مندوب کہا کرتے تھے کہ ’’وقت کی پابندی ان کا ایسا اصول تھا کہ بلامبالغہ چوہدری صاحب کو دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کرلیا کرتے تھے۔ اُن کی زندگی میں وقت کی پابندی کا عنصر بڑا حیران کن تھا۔ ان کا زندگی گزارنے کا طریق بڑا نپا تلا اور طے تھا۔ دو باتیں ان کی زندگی میں بہت اہم تھیں، وقت اور دولت کی صحیح تقسیم۔ وہ اپنا وقت اس طرح تقسیم کرتے تھے کہ ان کا وقت ان کے اپنے لئے بہت کم ہوتا تھا۔ یوں کہئے کہ ان کے پاس دوسروں کے لئے وقت، ہر وقت نکل آتا تھا۔ جتنے بھی عظیم آدمی ہیں ان کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے وقت کی منصوبہ بندی بڑی احتیاط سے کرتے تھے اور وہ ایک دن میں عام آدمی کی نسبت بہت سے کام زیادہ کر سکتے تھے۔‘‘

ایک دفعہ حضرت چودھری صاحبؓ کو جسٹس انوارالحق صاحب سے لندن میں ملنا تھا۔ پونے آٹھ بجے کا وقت مقرر تھا۔ آپؓ کو مکرم چوہدری انور کاہلوں صاحب نے لے کر جانا تھا۔ آپؓ نے سات بجے ہی یاد دہانی کروانا شروع کردی اور جب ذرا تاخیر کا اندیشہ ہونے لگا تو آپؓ نے چوہدری صاحب موصوف کو مخاطب ہو کر کہا: وقت کی پابندی کے متعلق میری عمر بھر کی روایات تم مجھے لیٹ کروا کر توڑ دو گے۔ جناب جسٹس انوارالحق صاحب یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ’’بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو منظم کیا ہوا تھا۔‘‘

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب (سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ) نے بیان کیا کہ ’’چوہدری صاحب دفتر میں سب سے پہلے پہنچتے تھے۔ اگر میٹنگ نو بجے رکھی ہوتی تو نو بجے سے ایک منٹ قبل ہی وہ مقررہ جگہ پر پہنچ جاتے۔‘‘

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’سعادتمند وہ ہے کہ جس نے وقت پایا اور پھر اُسے غفلت میں ضائع نہ کیا۔‘‘ (اعجاز المسیح)

...۞...۞...۞...

جنرل عبدالعلی ملک (ہلال جرأت)

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 13/اگست 2012ء میں پاکستانی فوج کے احمدی سپوت جنرل عبدالعلی ملک صاحب کا مختصر تذکرہ شامل اشاعت ہے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ کا دوسرا بڑا محاذ سیالکوٹ کا تھا جہاں چونڈہ کے محاذ پر ہندوستانی ٹینکوں کی زوردار یلغار کو ایک معمولی سی تعداد کے ساتھ پاکستان کی مسلح افواج کے بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے روک دیا۔ یہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ تھی۔ اگرچہ ڈویژنل کمانڈر کا خیال تھا کہ حملہ بہت بڑا ہے اور فوج کی قلیل تعداد اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ لیکن جرأت مند بریگیڈیئر علی ملک نے اپنے عزم کا یوں اظہار کیا:

اگر میں نے ایسا کیا تو سیالکوٹ کے انتہائی اہم ترین ضلع پر دشمن کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس لئے مجھے اجازت دی جائے کہ میں دشمن کی اس یلغار سے چونڈہ میں نمٹنے کی کوشش کروں۔

چنانچہ اجازت ملنے کے بعد، پاکستانی فوج کی قلیل تعداد کے باوجود، بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے ایسی حکمت عملی اور جرأت کا مظاہرہ کیا کہ ہندوستان کی ’فخر ہند ٹینک رجمنٹ‘ تین دن تک کوشش کرنے کے بعد اپنے ٹینک میدان میں چھوڑ کر پسپا ہوگئی۔ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ان کی جرأت اور جذبۂ حریّت کے اعتراف میں افواج پاکستان کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز ’’ہلال جرأت‘‘ دیا گیا۔

دسمبر 1971ء کی جنگ میں جنرل عبدالعلی ملک کو شکرگڑھ کے محاذ پر وطن کی حفاظت کے لئے ڈویژنل کمانڈنگ آفیسر کی حیثیت سے لڑنے کا موقع ملا۔

...۞...۞...۞...

جنرل اختر حسین ملک کو ہٹانے کا واقعہ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 13/اگست 2012ء میں ایک مضمون (مرتبہ: پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب) شامل اشاعت ہے جس میں ’فاتح چھمب‘ جنرل اختر حسین ملک کو کمان سے ہٹانے کے واقعہ کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

☆ پاکستان کے سینئر صحافی جناب شریف فاروق اپنی **کتاب ’’پاکستان میدان جنگ میں‘‘** میں رقمطراز ہیں کہ یکم ستمبر 1965ء کو شیر دل جرنیل اختر حسین ملک کی سرکردگی میں پاک فوج کے جوانوں نے مقبوضہ کشمیر کے علاقہ چھمب میں حیرت انگیز کارروائی شروع کی۔ چھمب پر قبضہ کر کے کسی مقابلہ کے بغیر دریائے توی عبور کرلیا۔ اس کے بعد فوج برق رفتاری سے بھارت کے مضبوط گڑھ جوڑیاں کی طرف بڑھنے لگی۔ چھمب سیکٹر میں پاکستان کے حملہ کو فوجی زبان میں Grand Slam کا نام دیا گیا۔ چھمب گزشتہ 17 سال سے بھارت کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ یہاں انہوں نے اتنی بھاری تعداد میں خوراک، اسلحہ اور گولہ بارود ذخیرہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ یہاں سالوں تک لڑنا چاہتے تو کافی ہوتا لیکن پاکستان کی جواں ہمت فوجوں کے ایک ہی ہلّہ نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے۔

☆ کالم نویس اور فوجی تجزیہ نگار کرنل (ر) اکرام اللہ نے اپنے **کالم ’’قندیل‘‘** میں تحریر کیا کہ بھارت نے ریاست کشمیر پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے 1964ء کے وسط میں آزاد کشمیر کے چاروں سیکٹرز میں وسیع گوریلا آپریشن کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر دراندازی کی کارروائیاں شروع کر دیں۔ اس پر جنرل اختر ملک نے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ اور وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو کے مشورہ سے جوابی کارروائی (Counter Infiltration) کا منصوبہ بنایا جسے آپریشن جبرالٹر کا نام دیا گیا اور صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اس منصوبہ کی منظوری بھی دیدی۔ اسی منصوبہ کے آخری حصہ کا نام آپریشن Grand Slam رکھا گیا جس کا مقصد

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 13/اگست 2012ء میں جنرل اختر ملک صاحب کی یاد میں جنرل عبدالعلی ملک صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

شفقت تھی بے مثال، قیادت میں فرد تھا
’’حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا‘‘
جنگاہ میں گیا تو بگولے تھے ہمرکاب
میدانِ چھمب توسنِ اختر کی گرد تھا
فطرت میں یوں تھا آتش وگل کا حسیں ملاپ
ہو بزم یا ہو رزم وہ دونوں میں فرد تھا
صد حیف کس جگہ پہ گرا تیرا خونِ گرم
اپنے وطن سے دور تجھے جس کا درد تھا

چھمب جوڑیاں کے علاقہ میں کارروائی کر کے اکھنور پر قبضہ کرنا تھا۔

☆ بریگیڈئر (ر) شوکت قادر لکھتے ہیں کہ: میجر جنرل اختر ملک ایک دلیر اور جری کمانڈر تھے جو دباؤ میں بھی گھبراتے نہیں تھے اور پُرسکون رہتے تھے اور نہ صرف افسروں میں بلکہ اپنے جوانوں میں بھی اعتماد کی جوت جگا دیتے تھے جس سے حوصلے کہیں بلند ہو جاتے۔ آپریشن (Grand Slam) یکم ستمبر کو صبح سویرے پانچ بجے شروع ہونا تھا۔ یہ منصوبہ بندی کے مطابق شروع ہوا۔ چھمب مقررہ وقت کے اندر سرنگوں ہوگیا اور صبح سات بجے کے قریب ہماری افواج نے دریائے توی کو عبور کرنا شروع کردیا۔ آگے کی جنگی کارروائی تیزی سے جاری رہی اور بعد دوپہر ایک بجے تک افواج نے اپنی نفری اور پوزیشن مستحکم کرلی اور اب وہ اپنے مربوط خطوں میں داخل ہونے کے لئے تیار کھڑی تھیں اور روشنی ختم ہونے سے کافی وقت پہلے اکھنور پر حملے کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ بہرحال اکھنور تک پہنچنا ہماری قسمت میں نہ تھا (کیونکہ کمانڈر اختر ملک اور ان کے لشکر کو جاری کارروائی کے درمیان میں روک دیا گیا۔)

☆ صحافی راحیلہ عبشائی اپنے مضمون (مطبوعہ روزنامہ 'جناح' 2/اکتوبر 2010ء) میں رقمطراز ہیں کہ: جب پاکستان نے 1965ء میں چھمب جوڑیاں پر حملہ کر کے قبضہ کرلیا تب ہندوستانی افواج کے مورال گر چکے تھے اور وہ بدحواسی میں پسپا ہو رہی تھیں۔ اُس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اکھنور پر قبضہ کرلیا جاتا اور یہ تقریباً ہو چکا تھا کیونکہ جنرل اختر حسین نے اپنی اعلیٰ جنگی مہارت اور فوج کی بے مثال قربانی سے کامیابی حاصل کرلی تھی۔ مگر صدر ایوب نے جنرل اختر حسین ملک کو وہاں سے ہٹا دیا۔ یہ ایک بہت بڑی سیاسی و جنگی غلطی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جنرل ایوب، اختر ملک کو ذاتی طور پر پسند نہ کرتے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھ کر انہیں ہیرو بنا دیا جائے۔ ان کو یہ پوزیشن جنرل یحییٰ خان کو دینی تھی۔ اس چکر میں ہندوستانی افواج کو وقت مل گیا اور وہ سنبھل گئے۔ پاکستانی افواج و کشمیری مجاہدین پر اس اچانک تبدیلی کا اثر پڑا۔ علاوہ ازیں جنرل یحییٰ خان عیاش طبع تھے اور وہ میدان جنگ میں 36 گھنٹے بعد پہنچے جبکہ حالتِ جنگ میں ایک ایک منٹ قیمتی ترین ہوتا ہے۔

☆ جنگ ستمبر 1965ء کے حوالہ سے ادارہ نوائے وقت کی ایک مجلس مذاکرہ میں میجر جنرل محمد شفیق نے چھمب جوڑیاں آپریشن کا تجزیہ یوں کیا کہ: پاکستانی افواج کا ہدف اکھنور پر قبضہ کرنا تھا جس کے لئے فوجی دستہ کی کمان جنرل اختر حسین ملک کر رہے تھے۔ یہ حملہ اتنا اچانک کیا گیا کہ ہندوستانی افواج اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ نکلیں اور اکھنور پر قبضہ کے امکانات روشن ہوگئے۔ اگر اکھنور پر پاکستانی افواج کا قبضہ ہو جاتا تو ہندوستان (اپنی جنگی حکمت کے لحاظ سے) جنگ ہار چکا تھا۔ نہ وہ سیالکوٹ پر اپنی یلغار کو عملی جامہ پہنا سکتا اور نہ کشمیر میں اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتا کہ اپنا قبضہ جاری رکھ سکے۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جس کو اپنی نااہلی سے گنوا دیا گیا۔ ہوا یہ کہ جب جنرل اختر ملک کامیابی سے پیش قدمی کر رہے تھے اُس وقت ان کو کمان سے ہٹا دیا گیا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جو دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ کمان سے سبکدوش کرنا تو ہوتا رہتا ہے جس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں لیکن ایک ملٹری آپریشن جو کامیابی سے ترقی کر رہا ہو اس کے دوران کمانڈر کو ہٹانا درست نہیں ہوتا۔ جو تحقیق میں نے کی ہے، میری ناقص رائے میں یہ بات واضح ہے کہ یہ ایک شدید تر غلطی تھی جس کی تفتیش ہونی چاہئے تھی اور جو لوگ اس غلطی میں ملوث تھے ان کو سزا ملنی چاہئے تھی۔ جب اس آپریشن کے دوران کمان بدلی تو اس کی پہلے تیاری نہیں کی گئی تھی۔ اس وجہ سے نئے کمانڈر جنرل یحییٰ خان کے آپریشن میں تین دن کی تاخیر ہوگئی۔ تین دن کی تاخیر ہندوستانی فوج کے لئے ایک آسمانی تحفہ ثابت ہوا۔ وہ Panic سے سنبھل گئے اور دوبارہ دفاع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ جنرل یحییٰ خان اکھنور نہ پہنچ سکے۔

☆ کتاب "History of Indo Pak War 1965" کے مصنف جنرل محمود نے اپنی کتاب میں جنرل اختر حسین ملک کا ایک تاریخی نوعیت کا خط اس نوٹ کے ساتھ شائع کیا ہے کہ: یہ خط جنرل اختر ملک نے اپنے چھوٹے بھائی جنرل عبدالعلی ملک کو تحریر کیا تھا جو اُن کی وفات کے بعد اُن کے کاغذات میں سے جنرل اختر حسین ملک کے بڑے صاحبزادے میجر (ر) سعید اختر ملک کو ملا تھا''۔

انقرہ کے پاکستانی سفارتخانہ سے 22 نومبر 1967ء کو لکھے جانے والے اس خط کا خلاصہ درج ذیل ہے:

میرے پیارے بھائی!

آپ کے سوالات کے جواب درج ذیل ہیں:

a۔ ''چھمب کے سرنگوں ہونے کے بعد آپریشن کے پہلے روز ہی عملی طور پر کمانڈ تبدیل ہوگئی تھی جب عظمت حیات نے میرے ساتھ وائرلیس کا رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ میں نے بذات خود ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اس کا ہیڈ کوارٹر تلاش کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ سہ پہر کو میں نے اپنے M.P آفیسرز گلزار اور واحد کو بھیجا کہ وہ کوششیں کر کے اُس کا کھوج لگائیں۔ لیکن وہ بھی ناکام لَوٹے۔ اگلے روز مَیں نے اسے جا لیا۔ اور اُس نے سہمے اور گھبرائے ہوئے انداز میں مجھے مطلع کیا کہ وہ یحییٰ کا بریگیڈیر ہے اور گزشتہ روز جنرل یحییٰ نے اُس کو ہدایت دی تھی کہ وہ مجھ سے مزید کوئی احکامات نہ لے۔ حالانکہ ابھی کمانڈ میں باضابطہ تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ بہت بڑی غدّاری تھی۔

b۔ مَیں نے باقاعدہ بحث کی اور پھر یحییٰ سے درخواست کی کہ اگر وہ کامیابی کی تحسین و تکریم چاہتا ہے تو وہ مجموعی طور پر کمانڈ سنبھال لے لیکن مجھے اپنے نائب کے طور پر اکھنور جانے دے لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ اُس نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ پورا پلان ہی تبدیل کر دیا۔ وہ اپنا سر قصبہ Troti سے ٹکراتا رہا اور ہندوستانیوں کو اکھنور واپس لَوٹ آنے کا موقع فراہم کر دیا۔ ہم جنگ کے پہلے روز ہی سبقت کھو بیٹھے اور اس کو دوبارہ کبھی حاصل نہ کر پائے۔ بالآخر چونڈہ میں مرنے مارنے پر ڈَٹ جانے کی کارروائی نے ہندوستانیوں کو صفیں چیر کر اندر گھس آنے سے باز رکھا۔

c۔ ایوب، موسیٰ یا یحییٰ نے کبھی بھی مجھے کمانڈ سے ہٹائے جانے کی وجہ نہیں بتائی۔ زیادہ سے زیادہ وہ سب شرمندہ نظر آتے تھے۔

d۔ جبرالٹر آپریشن شروع کرنے سے پہلے پاکستان کے طرفدار کشمیریوں کو آگاہ نہ کرنا کمانڈ کا فیصلہ تھا اور یہ فیصلہ میرا تھا۔ اس آپریشن کا مقصد مسئلہ کشمیر کو سرد خانہ سے نکالنا اور اسے دنیا کے نوٹس میں لانا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپریشن کا پہلا مرحلہ بے حد ضروری تھا یعنی سیز فائر لائن کے اس طرف ہزاروں کی غیر منکشف دراندازی کو عملاً کامیاب بنانا۔ میں کسی بھی حالت میں پاکستان کے طرفدار کشمیریوں کو آگاہ کرنے پر تیار نہ تھا۔ کیونکہ ایک بھی ڈبل ایجنٹ کے باعث یہ سارا آپریشن کارروائی سے پہلے ہی اپنی موت آپ مر جاتا۔

e۔ حاجی پیر میرے لئے زیادہ فکرمندی کا باعث نہیں بنا۔ جلد بعد Grand Slam آپریشن کی وجہ سے ہندوستانیوں کا حاجی پیر میں جمع ہو جانا ہمارے لئے مددگار ثابت ہوتا کیونکہ ان کو وہاں سے اپنے دستے باہر نکالنا پڑتے اور اس طرح وہ ہماری کارروائی کے حاصل کردہ فوائد بڑھا کر ہمارے حوالے کرتے۔ درحقیقت یہ اکھنور کے سقوط کے بعد ہی ہونا تھا کہ ہم آپریشن جبرالٹر کی پوری پوری قیمت وصول کر پاتے مگر ایسا نہ ہوسکا!۔

f۔ ذوالفقار علی بھٹو اس بات پر زور دیتے رہے کہ ان کے ذرائع نے انہیں یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر ہم بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی نہ کریں تو بھارت حملہ نہیں کرے گا۔ مجھے بہرحال یقین تھا کہ آپریشن جبرالٹر سے جنگ چھڑ جائے گی اور میں نے یہ بات GHQ کو بتا دی تھی۔ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کسی آپریشن انٹیلی جنس کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو محض کامن سینس کی بات تھی۔ اگر میں آپ کا گلا پکڑوں تو یہ امید کرنا میری حماقت ہوگی کہ اس کے بدلہ میں آپ مجھے پیار کرنے لگیں گے۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ جنگ ضرور ہوگی اس لئے گرینڈ سلام کے لئے میرا پہلا انتخاب جموں کا ہدف تھا۔ وہاں سے ہم اپنی کامیابی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صورت حال کے مطابق سامبا کی طرف پیش قدمی کرتے یا خاص کشمیر کی جانب۔ بہرصورت چاہے یہ جموں ہوتا یا اکھنور، اگر ہم اپنا ہدف حاصل کر لیتے تو میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستانیوں کو سیالکوٹ پر حملہ کرنے کی ہمت ہوتی۔

g۔ میں نے ایک کتاب لکھنے پر سنجیدگی سے غور کیا تھا لیکن اب اس خیال کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ کتاب حقیقت کو آشکار کرتی اور اس کے متعلق ہر دلعزیز ردّعمل میری خودی کو خوش کرتا۔ لیکن آخرکار یہ حبّ الوطنی کے منافی عمل ہوتا۔ یہ فوج کے حوصلہ کو تباہ کر دیتا اور لوگوں میں اس کی عظمت کو کم کر دیتا۔ یہ کتاب پاکستان میں ممنوع قرار پاتی اور بھارتیوں کے لئے نصابی کتاب بن جاتی۔ مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں کہ بھارتی، جنگ کی سبکی کی وجہ سے، ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے اور اوّلین موقع پر اس کا بدلہ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں ہمیں ضرب لگائیں گے اور ہمیں اس صورتحال کے بچاؤ کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کرنے ہوں گے۔ . . اور ہاں ایوب اس مہم میں پوری طرح شامل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انہی کے فکر کا نتیجہ تھا اور انہوں نے ہی مجھے حکم دیا تھا کہ جب جبرالٹر وغیرہ مہمات کی منصوبہ بندی ہو رہی ہو تو مَیں موسیٰ کو نظرانداز کر دوں۔ مَیں کمانڈر انچیف موسیٰ خان کی نسبت ایوب خان اور شیر بہادر کے ساتھ زیادہ رابطے میں تھا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اچھا فوجی ذہن رکھنے کے باوجود ایوب خان کا دل کمزوری کی طرف مائل تھا۔ اور المیہ یہ ہے کہ نازک صورتحال پیدا ہونے سے پہلے ہی ان کا دل ڈوبنے لگا تھا. . .

. . . ❁ . . . ❁ . . . ❁ . . .

دنیا کا دوسرا بڑا دریا
دریائے ایمیزون (جنوبی امریکہ)

روزنامہ 'الفضل ربوہ'' 20 ستمبر 2012ء میں دنیا کے دوسرے بڑے دریا، دریائے ایمیزون، کا تعارف شائع ہوا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا دریا نیل ہے۔

دریائے ایمیزون (Amazon) پیرو کے انڈس سے نکل کر جنوبی امریکہ میں قریباً 6337 کلومیٹر تک بہنے اور پچیس لاکھ مربع میل کے رقبے کو سیراب کرنے کے بعد بحرالکاہل میں جا گرتا ہے۔ مختلف مقامات پر ایک ہزار سے زیادہ دریا اس میں گرتے ہیں چنانچہ سمندر کے قریب اس کا دہانہ دوسو میل چوڑا ہے اور اس کا پانی گرنے سے پیدا ہونے والی رَو سمندر میں ڈیڑھ سو میل دُور تک اثرانداز ہوتی ہے۔ اس دریا میں جتنا پانی جمع ہوتا ہے وہ دنیا کی سطح پر بہنے والے کُل پانی کا پانچواں حصہ ہے۔

دریائے ایمیزون کے جنگلات کا رقبہ، ستّر لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی یورپ کے رقبے سے زیادہ ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کرۂ ارض پر موجود آکسیجن میں سے آدھی ایمیزون کے جنگلات خارج کرتے ہیں۔ ان جنگلوں میں حشرات الارض، جانوروں اور پودوں کی لاتعداد اقسام موجود ہیں۔ یہاں سے اب تک کیڑے مکوڑوں کی 800 سے زیادہ اقسام جمع کی جا چکی ہیں۔ دریا میں سینکڑوں اقسام کی مچھلیاں نیز بحری گائے، کچھوے اور اژدہے بھی پائے جاتے ہیں۔

. . . ❁ . . . ❁ . . . ❁ . . .

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22 جون 2012ء میں مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

ہیں اس کی محبت میں سب اپنی مناجاتیں
جس نے ہمیں بخشی ہیں خوشیوں کی یہ شبراتیں
ہم اپنے مقدر پر فرحاں بھی ہیں نازاں بھی
حاصل ہیں ہمیں ہر پل اس پیار کی سوغاتیں
بخشے ہیں سکینت کے یہ لیل و نہار اس نے
سب اپنے حسیں دن ہیں چاہت بھری سب راتیں
رہتے ہیں یوں ہی ہم تو دن رات اجالوں میں
ہم پر تو برستی ہیں اس نور کی برساتیں
اس کی ہی محبت کے ہر لب پہ ترانے ہیں
جس حسن کی ہوتی ہیں افلاک پہ بھی باتیں
ان چاند ستاروں سے ہم کو نہیں کچھ لینا
ملتی رہیں بس ہم کو اس حسن کی خیراتیں

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 8/اگست 2012ء میں مکرم اعظم نوید صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

یکتائے روزگار ہیں ماں کی محبتیں
سرمایۂ وقار ہیں ماں کی محبتیں
وابستہ آپ ہی سے ہیں ہر گھر کی رونقیں
گلشن میں نَو بہار ہیں ماں کی محبتیں
ہر لمحہ بانٹتی ہیں یہ رحم و کرم وفا
ایثار ہی ایثار ہیں ماں کی محبتیں
انمول ہے جہان میں بس آپ کا وجود
دل کے لئے قرار ہیں ماں کی محبتیں
کتنی ہی مہربان ہے، قدرت کی شان ہے
احسانِ کردگار ہیں ماں کی محبتیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
Septemner 07, 2018 – September 13, 2018

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday September 07, 2018

00:00 World News
00:20 Tilawat: Surah Hood, verses 42-84.
00:35 Dars-e-Malfoozat
00:50 Yassarnal Qur'an
01:25 Pan African Dinner: Recorded on November 26, 2011.
01:55 The Visit Of Hazrat Musleh Ma'ood To The UK
02:25 In His Own Words: A programme presenting selected extracts from the writings of the Promised Messiah (as).
03:00 Spanish Service
03:15 Khazain-ul-Mahdi
03:50 Tarjamatul Qur'an Class: Surah Banee Israa'eel, verses 102 – 112. Recorded on September 9, 1996.
05:00 Open Forum
05:35 Prophecies In The Bible
06:00 Tilawat: Surah Al-Hajj, verses 69-79.
06:15 Dars-e-Hadith
06:35 Al-Tarteel
07:00 Technology And Jalsa Salana
07:20 Four Days Without A Shepherd: A documentary about the period between the demise of Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (ra) and the election of Hazrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper).
08:15 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
08:50 History Of Jalsa Salana
09:25 In His Own Words
10:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
11:45 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live Flag hoisting ceremony of Jalsa Salana Germany.
12:00 Live Friday Sermon
13:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
18:30 History Of Jalsa Salana
19:05 Technology And Jalsa Salana
19:35 Jalsa Salana Germany 2018 [R]
21:20 Jalsa Salana Germany 2018 [R]
21:35 Friday Sermon [R]
22:35 Jalsa Salana Germany 2018 [R]

Saturday September 08, 2018

00:35 Jalsa Salana Germany 2018
04:05 Friday Sermon
05:15 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
05:50 History Of Langar Khana
06:00 Tilawat: Surah Al-Qasas, verses 81-89 and Surah Al-'Ankaboot, verses 1-6.
06:15 Dars-e-Hadith
06:35 Al-Tarteel: Lesson no. 44.
07:15 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
10:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Ladies Session
11:45 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
14:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Huzoor's Address To German Guests
15:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
18:30 The Concept Of Bai'at
18:40 Jalsa Salana Germany 2018 [R]
21:30 Jalsa Salana Germany 2018: Ladies Session [R]
23:15 Jalsa Salana Germany 2018 [R]

Sunday September 09, 2018

01:30 Jalsa Salana Germany 2018: Huzoor's Address To German Guests
02:30 Jalsa Salana Germany 2018
06:00 Tilawat: Surah Al-'Ankaboot, verses 7-19.
06:15 Dars-e-Hadith: A programme presenting selected sayings of the Holy Prophet Muhammad (saw).
06:30 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 32.
06:50 History Of Jalsa Salana
07:15 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
14:00 Live Jalsa Salana Germany 2018: Bai'at Ceremony And Concluding Address
16:15 Live Jalsa Salana Germany 2018: Live proceedings of Jalsa Salana Germany.
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
17:45 Jalsa Salana Germany 2018 [R]

Monday September 10, 2018

00:30 Jalsa Salana Germany 2018: Bai'at Ceremony And Concluding Address
02:45 Jalsa Salana Germany 2018
06:00 Tilawat: Surah Al-'Ankaboot, verses 20-32.
06:15 Dars-e-Hadith
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 44.
07:00 Rencontre Avec Les Francophones: A studio sitting of French speaking friends with Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (ra) in French and English. Session no. 4. Recorded on September 5, 1997.
08:05 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as): An Urdu discussion on the life and character of the Promised Messiah (as).
08:25 Jalsa Salana Speeches: A speech delivered by Shiraz Ahmad on the occasion of Jalsa Salana Qadian 2017.
09:00 Huzoor's Interview By Newsweek: Recorded on January 23, 2018.
09:25 In His Own Words
10:00 InfoMate: An informative programme in English covering various contemporary topics. Today's episode focuses on safer driving.
10:30 Swahili Service
11:00 Friday Sermon: Recorded on March 30, 2018.
12:00 Tilawat [R]
12:15 Dars-e-Hadith [R]
12:30 Al-Tarteel [R]
12:55 Friday Sermon: Recorded on September 07, 2018.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Huzoor's Interview By Newsweek [R]
15:30 In His Own Words
16:10 Hazrat Masih Nasri Ka Asal Pegham: An Urdu discussion about the teachings of Hazrat Isa (as).
16:45 InfoMate [R]
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:15 Tilawat: Verses 102-112 of Surah Yoosuf and verses 1-19 of Surah Ar-Ra'd.
18:30 Swedish Service - Stoppa Krisen
19:05 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]
19:25 Jalsa Salana Speeches
20:00 Friday Sermon [R]
21:05 In His Own Words [R]
21:40 Pakistan National Assembly 1974
22:35 Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:40 Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as) [R]

Tuesday September 11, 2018

00:00 World News
00:25 Tilawat
00:40 Dars-e-Hadith
01:00 Al-Tarteel
01:30 Friday Sermon
02:45 Hazrat Masih Nasri Ka Asal Pegham
03:20 InfoMate
04:00 Rencontre Avec Les Francophones
05:10 Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as)
05:30 Jalsa Salana Speeches
06:00 Tilawat: Surah Al-'Ankaboot, verses 33-45.
06:15 Dars-e-Malfoozat: A programme presenting selected extracts from the writings and speeches of the Promised Messiah, Hazrat Mirza Ghulam Ahmad (as).
06:30 Yassarnal Qur'an
07:00 Liqa Ma'al Arab: A regular sitting of Arabic speaking friends with Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (ra). Recorded on March 28, 1996.
08:15 Story Time: A children's programme featuring Islamic stories, teaching various aspects of religious and moral values. Part 38.
08:50 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Recorded on May 31, 2015 in Frankfurt.
10:00 In His Own Words
10:35 Attractions Of Australia: A series of exciting programmes highlighting the attractions of Australia.
11:10 Indonesian Service
12:10 Tilawat [R]
12:25 Dars-e-Malfoozat [R]
12:35 Yassarnal Qur'an [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on September 07, 2018.
14:00 Bangla Shomprochar
15:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2015 [R]
16:25 Islami Mahino Ka Ta'aruf [R]
16:50 Islamic Jurisprudence
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat: Verses 20-44 of Surah Ar-Ra'd and verses 1-10 of Surah Ibraheem.
18:35 Rah-e-Huda: Recorded on July 21, 2018.
20:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2015 [R]
21:25 In His Own Words [R]
22:05 Pakistan in Perspective: A programme analysing the political and social aspects of Pakistan.
22:40 Liqa Ma'al Arab [R]
23:50 The Concept Of Bai'at: A documentary giving an overview of the concept of Ba'ait.

Wednesday September 12, 2018

00:00 World News
00:20 Tilawat
00:35 Dars-e-Malfoozat
00:45 Yassarnal Qur'an
01:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2015
02:30 Islami Mahino Ka Ta'aruf
03:00 Islamic Jurisprudence
03:45 Liqa Ma'al Arab
05:15 Sahibzadi Amtul Naseer Begum: An Urdu programme on the life and character of the late Sahibzadi Amtul Naseer Begum, daughter of Hazrat Musleh Ma'ood (ra).
06:00 Tilawat: Surah Al-'Ankaboot, verses 46-58.
06:15 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 44.
07:00 Jalsa Salana Germany 2018: Proceedings of day 3.
13:45 Jalsa Salana Germany 2018: Proceedings of day 3 of Jalsa Salana Germany including the Bai'at ceremony and concluding address delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be His Helper).
16:00 Jalsa Salana Germany 2018: Proceedings of day 3.
17:00 Inside Story Of 1953: An Urdu discussion about the establishment of Pakistan.
18:00 World News
18:30 Jalsa Salana Germany 2018 [R]

Thursday September 13, 2018

01:15 Jalsa Salana Germany 2018: Proceedings of day 3.
03:30 Jalsa Salana Germany 2018
04:35 Seerat Sahaba Rasool: An Urdu programme about the martyrdom of Hazrat Imam Hussain (ra).
05:25 In His Own Words
06:00 Tilawat: Surah Al-'Ankaboot, verses 59-70 and Surah Ar-Room, verses 1-6.
06:15 Dars-e-Malfoozat
06:35 Yassarnal Qur'an: A children's programme teaching the correct pronunciation of the Holy Qur'an.
07:10 Tarjamatul Qur'an Class: Qur'anic verses 102 - 112 of Surah Banee Israa'eel. Recorded on September 9, 1996.
08:15 Islamic Jurisprudence
08:50 The Prophecy Of Khilafat: An English documentary exploring the hadith of the Holy Prophet Muhammad (saw) which prophecises the re-establishment of Khilafat on the precepts of prophethood.
09:00 Pan African Dinner: Recorded on November 26, 2011.
09:40 In His Own Words
10:15 Qur'an Sab Se Acha
11:00 Japanese Service
11:15 Pushto Muzakarah: A discussion on 'Seerat Hazrat Khalifatul-Masih IV (ra)' in Pushto.
12:00 Tilawat [R]
12:15 Dars-e-Malfoozat [R]
12:35 Yassarnal Qur'an [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on September 07, 2018.
14:05 Islamic Jurisprudence [R]
14:40 In His Own Words
15:25 Persian Service
15:55 Friday Sermon [R]
17:00 Open Forum: A discussion from an Islamic perspective on news with a global impact.
17:40 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:15 Tilawat: Surah Al-Hijr, verses 3-100.
18:30 The Prophecy Of Khilafat [R]
18:50 Open Forum [R]
19:30 Islami Mahino Ka Ta'aruf: A series of programmes about the Islamic calendar.
20:00 Friday Sermon [R]
21:05 In His Own Words
21:35 Truth Matters: A discussion programme featuring comments and analysis of news published in Pakistani newspapers against the Ahmadiyya Muslim Community.
22:25 Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:30 Prophecies In The Bible: A discussion about prophecies regarding the Holy Prophet Muhammad (saw) as found in the Bible.

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 25 | Friday 07 September 2018 | Issue No. 36

جماعت احمدیہ برطانیہ کے 52ویں جلسہ سالانہ 2018ء کی مختصر رپورٹ

’آنحضرت ﷺ کی سیرت (صبر و استقامت)‘ کے موضوع پر انگریزی میں مکرم بلال ایٹکنسن صاحب، ’بچوں کی نیک تربیت میں والدین کا کردار‘ کے موضوع پر اردو میں مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب اور ’قرآنِ کریم کا پیدا کردہ روحانی انقلاب‘ کے موضوع پر انگریزی میں مکرم افتخار احمد ایاز صاحب کی پُر مغز، ٹھوس علمی و معلوماتی تقاریر۔

تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات میں اسناد و میڈلز کی تقسیم

نئے دور میں ہونے والی ایجادات اور ان کے لغو استعمال سے اعراض کرنے نیز بچوں کی تربیت کرنے کے زرّیں اصولوں پر مشتمل حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے خطاب

(جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز کی کارروائی کی مختصر رپورٹ)

ناظم رپورٹنگ جلسہ گاہ: حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن

ہفتہ 4/اگست 2018ء

دوسرے دن کا آغاز حسبِ معمول نمازِ تہجد سے ہوا جو صبح 3/ بجے ادا کی گئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح چار بجکر 30 منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لا کر نمازِ فجر پڑھائی۔ بعدازاں حضور انور اپنی رہائشگا تشریف لے گئے۔ نمازِ فجر کے بعد درس ہوا۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس

جلسہ سالانہ کے دوسرے اجلاس کے آغاز کا وقت 10 بجے صبح مقرر تھا۔ اس اجلاس کی صدارت محترم محمد الدّین ناز صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے کی۔ اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم (مع اردو ترجمہ) سے ہوا جو مکرم حافظ طٰہٰ داؤد صاحب (طالبعلم جامعہ احمدیہ یو کے) نے کی۔ مکرم حفیظ احمد صاحب (طالبعلم جامعہ احمدیہ یو کے) نے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے پاکیزہ نعتیہ منظوم کلام

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی

سے بعض منتخب اشعار ترنّم کے ساتھ پڑھے۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز صبح کے اس اجلاس کی پہلی تقریر انگریزی زبان میں مکرم بلال ایٹکنسن صاحب۔ ریجنل امیر نارتھ ایسٹ۔ یُو کے کی تھی۔ آپ کی تقریر کا عنوان ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت (صبر و استقامت)‘‘ تھا۔

موصوف نے تشہد، تعوذ اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد کہا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے ’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر اور دُعا کے ذریعہ سے (اللہ کی) مدد مانگو۔ اللہ یقیناً صابروں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔‘‘ (البقرۃ 154) انہوں نے کہا کہ عربی زبان میں کسی مصیبت کو کسی بھی قسم کے شکوہ کے بغیر برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے۔ نیز الٰہی احکام پر کاربند رہنے کو بھی صبر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح احکاماتِ الٰہیہ میں جن باتوں سے ممانعت ہے ان سے باز رہنا بھی صبر کہلاتا ہے۔

اس طرح اس آیت میں اس بات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو بغیر کسی شکوہ اور شکایت کے اپنے دینی کام سرانجام دیتے چلے جانا چاہئے اور اپنا مقصدِ حیات پانے کے لئے کبھی بھی تھکنا نہیں چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ الٰہی اوامر پر عمل نا چاہئے اور نواہی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ صبر اور دعا سے ایک مومن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لے گا۔ اور اللہ کی رضا کا حصول ہی ہے جس کے طریقے تمام انبیاء بتاتے چلے آئے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ہمیں یہی سکھایا۔

جہاں تک ’استقامت‘ کا تعلق ہے تو قرآنِ کریم مومنین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ ’’اے ایماندارو! صبر سے کام لو اور (دشمن سے بڑھ کر) صبر دکھاؤ اور سرحدوں کی نگرانی رکھو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔‘‘ (آلِ عمران 201)۔ یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہر مومن کو صبر اور استقامت سے کام لینا چاہئے۔

نبی اکرم ﷺ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ پوری دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ ’’اور (اے رسول) تو صبر سے کام لے اور تیرا صبر کرنا اللہ (کی مدد) سے ہی (ہوسکتا) ہے اور تو اُن (لوگوں کی حالت) پر غم نہ کھا۔ اور جو تدبیریں وہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے تکلیف محسوس نہ کر۔‘‘ (النّحل 128)۔

آج خاکسار کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت میں سے ’صبر و استقامت‘ کے بعض نمونے، بعض واقعات آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

مقرر موصوف نے نبی اکرم ﷺ کے پاکیزہ بچپن کا واقعہ بیان فرمایا کہ آپ کی پیدائش یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں والدہ اور پھر آٹھ سال کی عمر میں داد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ شفیق چچا نے جب کفالت کا ذمہ لیا تو کئی مرتبہ گھر میں چچی کی طرف سے ہونے والے امتیازی سلوک پر ہمیشہ صبر سے کام لیا اور کبھی شکوہ نہ کیا۔

مقرر موصوف نے نبی اکریم ﷺ کی دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنے کا ایک مشہور واقعہ بیان کیا جب کفارِ مکّہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کی شکایت لے کر گئے اور انہیں ہر قیمت پر اس عقیدے کی تبلیغ سے روکنے کے لئے کہا۔ حضرت ابو طالب نے جب قریشِ مکہ کا پیغام نبی اکرم ﷺ کو پہنچایا اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ ان میں مکّہ والوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تو نبی اکرم ﷺ نے وہ تاریخ ساز الفاظ فرمائے جو آپ ﷺ کے صبر و استقامت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اُے میرے پیارے چچا! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچار نہیں چھوڑوں گا۔

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک کو بھی کئی تکالیف کا سامنا رہا۔

مقرّر موصوف نے نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت سے کئی ایک ایسے واقعات بیان کئے۔ آپ نے کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے بائیکاٹ اور شعب ابی طالب میں محاصرہ کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ تین سال اس گھاٹی میں کسمپرسی کی حالت میں رہنے کے بعد جب مسلمان اذنِ الٰہی سے واپس اپنے گھروں کو لوٹے تو ان تکالیف کے نتیجہ میں نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی محبوب زوجہ، ساتھی اور مددگار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ نبی اکرم ﷺ اگرچہ اس سال کو ’عام الحزن‘ یعنی غموں کا سال فرماتے لیکن اس غمزدہ دور میں بھی آپ ﷺ نے صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

آپ نے بتایا کہ کفار مکّہ کبھی آپ ﷺ پر غلاظت پھینک دیتے اور کبھی حالتِ سجدہ میں آپ ﷺ کے کندھوں پر اونٹ کی انتڑیاں ڈال دیتے۔ تب آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف کا سفر کرنے اور وہاں کے باسیوں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کا ارادہ فرمایا۔ وہاں کے سرداروں نے نبی اکرم ﷺ کے پیغام کی قدر نہ کی اور آپ کو شہر کے بدمعاشوں کے ذریعہ لہولہان کروا دیا۔ تب بھی آپ ﷺ نے صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا اور طائف کے لوگوں کے لئے بددعا تک نہ کی۔ یہ واقعہ ایسا بے مثال ہے کہ دشمنانِ اسلام بھی اس موقع پر نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

مسلمانوں پر تکالیف بہت بڑھنے لگیں تو اذنِ الٰہی سے نبی اکرم ﷺ نے انہیں مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اور ایک رات جب کفارِ مکہ نبی اکرم ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے آپ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں